صوفی ازم اور علم و ادب کا بے باک ترجمان

جلد نمبر ۲

شمارہ نمبر ۷

سہ ماہی

رہبر نور

مکنپور شریف

ذی الحجہ، محرم الحرام، صفر المظفر ۱۴۴۳ھ

مطابق اگست، ستمبر، اکتوبر ۲۰۲۱ء

فرنگی اقتدار کے خلاف پہلی مسلح بغاوت کا ہیرو۔
مجنوں شاہ ملنگ مداری

شاہ برادری اور جنگ آزادی

فرات کی لہروں پر دو یتیموں کا مدفن

جنگ آزادی اور مجاہدین سلسلہ مداریہ

مجاہدین وطن کے کچھ گمشدہ چہرے

پہلی جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کی غدر کا مجاہد اعظم شہید خلیل عالم میاں مداری

جنگ آزادی میں سلسلہ مداریہ کا کردار

سارے جہاں سے اچھا ہندوستان ہمارا

چیف ایڈیٹر
ابوالمشرب سید مقتدا حسین جعفری کانپور (انڈیا)
دارالنور مکنپور شریف

This PDF Download from Madaarimedia.Com

Www.MadaariMedia.Com

مداریہ کتب خانہ

واٹسپ گروپ

دم مدار بیڑا پار

MADAARI MEDIA

The Silsila e Aaliya Madaariya Social Platform

سلسلۂ مداریہ کے بزرگوں کی سیرت و سوانح

سلسلۂ عالیہ مداریہ سے متعلق کتابیں

سلسلۂ مداریہ کے علماء کے مضامین تحریرات

سلسلۂ مداریہ کے شعراء اکرام کے کلام

حاصل کرنے کے لئے اس ویب سائیٹ پر جایئے

www.MadaariMedia.com

@MadaariMedia

@MadaariMedia

@MadaariMedia

@MadaariMedia

Authority : Ghulam Farid Haidari Madaari

بفیض روحانی۔ شہنشاہ ولایت سیّد بدیع الدّین احمد قطب المدار مدار العالمین رضی اللہ عنہ

بیادگار: الحاج ڈاکٹر سیّد مرتضیٰ حسین رہبرؔ والحاجہ سیّدہ نور النہار فاطمہ علیہما الرحمۃ والرضوان

سہ ماہی

رہبر نور

مکن پور شریف

صوفی ازم اور علم و ادب کا بے باک ترجمان

ذی الحجہ، محرم الحرام، صفر المظفر ۱۴۴۳ھ
مطابق اگست، ستمبر، اکتوبر ۲۰۲۱ء

مجلس ادارت

چیف ایڈیٹر
ابوالمشرب سیّد مقتدا حسین جعفری

مینیجنگ ایڈیٹر
ڈاکٹر سیّد اقتدا حسین جعفری عامرؔ

ایڈیٹر
مفتی سیّد نثار حسین جعفری مداری

جوائنٹ ایڈیٹر
مولانا سیّد ازبر علی مداری

سرکلیشن مینیجر
سیّد شعب غازی مداری
و
سیّد قمر حسین جعفری

قیمت نمبر شمارہ -/70
سالانہ -/200
ڈاک خرچ -/60
رجسٹرڈ ڈاک سے بھیجا جائیگا جسکا خرچ الگ سے دینا ہوگا

رسالہ منگوانے کیلئے ان نمبروں پر رابطہ کریں

9956677119
8737967832
6394344966

مجلس مشاورت

مولانا سید انتخاب عالم ارغونی
مولانا سیّد محمد توثیق قصوری
سیّد موجود عالم محبوبی مداری
مولانا سیّد اظہر علی منظری وقاری
الحاج سید سید الانوار طیفوری مداری
مولانا سیّد ظفر مجیب ارغونی
مفتی ابوالحماد محمد اسرافیل حیدری
مفتی الشاہ غلام یکی مصباحی وقاری بلرام پور
مفتی خوشنود خاں مشربی مداری بریلی
مفتی شاہد رضا مشربی مداری بریلی
و عزت مآب مشائخ مکن پور شریف

مراسلات و ترسیل زر کا پتہ
سہ ماہی رہبر نور
ہیڈ آفس مکن پور شریف کانپور انڈیا

رسالہ میں شائع ہونے والے مضامین آپ کی معلومات میں اضافہ کریں گے لیکن مضمون نگار کی رائے سے ادارے کا اتفاق رائے ہونا ضروری نہیں ہے

ایڈیٹر، پبلشر و پرنٹر مقتدا حسین جعفری نے انشاء پرنٹرس 91/4 ہیرامن کا پوروہ، کانپور سے چھپوا کر دفتر رہبر نور مکن پور شریف سے جاری کیا۔

Evaluable on: www.hayyulmadar.com

This PDF Download from Madaarimedia.Com

اس شمارے میں

نمبر شمار	مضامین	تحریر	صفحہ نمبر
1	اداریہ	چیف ایڈیٹر	3
2	فرات کی لہروں پر دو یتیموں کا مدفن	رئیس القلم علامہ ارشد القادری، جمشید پوری	4
3	پہلی جنگ آزادی 1857ء کا ایک عظیم مجاہد شہید سید خان عالم ارغونی مداری علیہ الرحمۃ والرضوان	ابوالمشرب سید مقتدا حسین جعفری	13
4	فرنگی اقتدار کے خلاف پہلی مصلح بغاوت کا ہیرو بابا مجنوں شاہ ملنگ مداری رحمۃ اللہ علیہ		18
5	سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا	مولانا سید ازبر علی جعفری مداری	21
6	شاہ برادری اور جنگ آزادی	مولانا محمد عباس مصباحی، دالعلوم جمشدہ شاہی	24
7	شہید علامہ فضل حق چشتی خیرآبادی	مولانا سید محمد انتساب حسین قدیری مرادآباد شریف	30
8	مجاہدین وطن کے کچھ گمشدہ چہرے	مولانا سید محمد توثیق منصف مصباحی	31
9	جنگ آزادی میں سلسلۂ مداریہ کا کردار	ایک تاریخی جائزہ (مولانا محمد ہاشم مصباحی مرادآباد)	34
10	جنگ آزادی اور مجاہدین سلسلہ مداریہ	ازقلم۔ مفتی الشاہ غلام یحییٰ مصباحی وقاری	43
11	خانقاہی علوم کی ضیاپاشیاں	مفتی خوشنود خاں مشربی مداری، بریلی	48
12	جنوبی ہندوستان کی حکومتوں میں خاندیشوں کی اہمیت	عبدالعزیز دھلیا، مہاراشٹر	54
13	حضور مدار پاکؒ سب سے پہلے داعی اسلام فی الہند	مولانا محمد ہاشم علی مصباحی مراداباد	58
14	سید منظر علی وقاری مداری رحمۃ اللہ علیہ	ازقلم۔ مولانا سید عرفات علی	60
15	बाबा मजनू शाह मलंग मदारी रह०	परवाना रूदौलवी	66
16	भारत का प्रथम स्वतंत्रता संग्राम 1857 और मकनपुर शरीफ़	चौधरी असर हुसैन 'प्यारे साहब'	70

اداریہ

کیا وطن پرستی کا جذبہ مٹ جائے گا؟

دنیا تیزی کے ساتھ ترقی کر رہی ہے زمانہ اڑا چلا جا رہا ہے، حالات بدلتے جا رہے ہیں، ہر موجودہ دور اپنے ماضی کے زمانہ سے کہیں زیادہ ترقی پذیر نظر آرہا ہے۔ دو پاؤں پر چل کر سفر کرنے والا انسان پرندوں سے زیادہ تیز رفتاری کے ساتھ خلاؤں میں پرواز کر رہا ہے۔ سائنسی ترقی معراج کمال پر ہیں۔ مگر جیسے جیسے یہ مادی ترقیاں بام عروج پر پہونچ رہی ہیں ویسے ہی انسان انسانیت خلوص ومحبت، ہم آہنگی اور اتحاد واتفاق کے عمیق غار میں گرتا جا رہا ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ مسلمانوں نے اس ملک کی آزادی کیلئے کئی عظیم قربانیاں پیش کی ہیں۔ وطن کی محبت اور وطن پرستی کے جذبہ کو اپنی ضروریات زندگی کے ہر شعبے میں سب سے مقدم رکھا۔ اہل وعیال پریشان ہیں، چھوٹے چھوٹے بچے زندگی گزارنے کیلئے حسرت ویاس سے غیروں کا منہ تک رہے ہیں کیوں کہ جو پورے خاندان کا سہارا تھا وطن پر قربان ہوگیا ہے۔ مسلمانوں کے انہیں بے لوث جذبات اور مجاہدانہ کارگزاریوں نے ہندوستان کو آزادی دلوادی تھی۔ وطن کے ان شہیدوں پر اس ملک کو ہمیشہ ناز رہے گا۔

مگر ہوا کا رخ اتنی جلدی بدل گیا، انقلاب کی آندھی کے کچھ جھونکوں نے ان سبھی قربانیوں کو فراموش کر دیا۔ اور ملک میں نفرتوں کا ایسا زہر گھول دیا جس کی کبھی امید بھی نہیں جا سکتی تھی۔ مٹھی بھر شرارت پسندوں نے ہندوستان جیسے خوبصورت ملک کے امن وامان میں سماجی نفرتوں کی فصل تیار کر دی ہے اب سوال یہ اٹھتا ہے کہ کیا وطن پرستی کا وہی جذبہ اب باقی رہ پائے گا یا ہم بھی ساحل پر کھڑے ہو کر ڈوبتی ہوئی کشتی کو تماشائی بن کر دیکھتے رہیں گے۔

اس شمارے میں ملک کی آزادی کے لئے قربان ہونے والے لوگوں کے چند تاریخی واقعات آپ کو مسلمانوں کی حقیقت اور ان کے وطن پرستی کے جذبہ سے روشناس کرائیں گے۔

چیف ایڈیٹر

فرات کی لہروں پر دو یتیموں کا مدفن

رئیس القلم علامہ ارشد القادری، جمشید پوری

علامہ ارشد القادری سے جب میری بمبئی سفر کے دوران 1988ء میں ملاقات ہوئی تو انہوں نے اپنی تصنیف ''لالہ زار'' خلوص ومحبت کے ساتھ مجھ کو دی۔ اس کتاب کو اب تک میں کئی مرتبہ پڑھ چکا ہوں۔ علامہ ارشد القادری نے اس کتاب کے ہر مضمون کو اس قدر خوبصورتی سے تحریر کیا ہے کہ ہر دردمند دل تڑپ اٹھتا ہے۔

پیش ہے ان کی جادوئی تحریر کا ایک اقتباس

سید مقتدا حسین

آج خانوادۂ نبوت کے چشم و چراغ حضرت امام مسلم رضی اللہ عنہ کے مقدس خون سے کوفے کی سرزمین سرخ ہوگئی تھی، نبی زادے کے خیر مقدم کے لئے آنکھوں کا فرش بچھانے والی آبادی اب اس کی تڑپتی ہوئی لاش کے سامنے کھڑی مسکرا رہی تھی۔

تلواروں کی دھار، برچھیوں کی انی اور تیروں کی نوک پر اب خون کے نشانات موجود تھے ابن زیادہ کے حکم سے حضرت امام کی مقدس نعش شاہراہ عام پر لٹکا دی گئی تھی، نبی کا کلمہ پڑھنے والے کھلی آنکھوں سے یہ ہولناک منظر دیکھتے رہے۔ آل رسول کی جان لے کر بھی شقاوتوں کی پیاس نہیں بجھ سکی ہائے یہ نیرنگی عالم! زمین وآسمان کی وسیع کائنات جس کے گھر کی ملکیت تھی آج اس کی تربت کے لئے کوفے میں گز بھر زمین نہیں مل رہی تھی۔

جس کی رحمتوں کے فیضان نے اہل ایمان کی جانوں کا نرخ اونچا کردیا تھا آج اسی کے نور نظر کا خون ارزاں ہوگیا تھا۔

شرم سے سورج نے منہ چھپالیا تھا۔ فضاؤں نے سوگ کی چادر اوڑھ لی اور جب شام آئی تو کوفہ ایک بھیانک تاریکی میں ڈوب گیا تھا۔ مہمان کے ساتھ کوفے والوں کی دغا قیامت تک کے لئے ضرب المثل بن گئی۔

شقاوتوں کی انتہا ابھی نہیں ہوئی تھی۔ جوروستم کی وادی میں بدبختی کا اندھیرا بڑھتا جارہا تھا اچانک رات کے سناٹے میں ابن زیادہ کی حکومت کے ایک منادی نے یہ اعلان کیا۔

''مسلم کے دونوں بچے جو ہمراہ آئے تھے کہیں روپوش ہوگئے ہیں۔ حکومت کی طرف سے ہر خاص وعام کو متنبہ کیا جاتا ہے کہ جو بھی انہیں اپنے گھر میں پناہ دے گا اسے عبرتناک سزا دی جائے گی اور جو انہیں گرفتار کرکے لائے گا اسے انعام واکرام سے مالا مال کردیا جائے گا''۔

حضرت امام مسلم رضی اللہ عنہ کے دونوں یتیم بچے جن میں سے ایک کا نام محمد تھا اور ان کی عمر آٹھ سال کی تھی اور دوسرے کا نام ابراہیم تھا اور ان کی عمر چھ سال کی تھی، کوفے کے مشہور عاشق رسول قاضی شریح کے گھر میں پناہ گزیں تھے۔ یہ اعلان سن کر قاضی شریح کا کلیجہ ہل گیا۔ حضرت مسلم کے جگر گوشوں کا دردناک انجام نگاہوں کے سامنے ناچنے لگا۔ دیر تک اسی فکر میں غلطاں رہے کہ کس طرح انہیں ظالموں کے چنگل سے بچایا جائے۔

کافی غوروخوض کے بعد یہ صورت سمجھ میں آئی کہ راتوں رات بچوں کو کوفے سے باہر منتقل کردیا جائے۔ اضطراب کی حالت میں اپنے بیٹے کو آواز دی۔

''نہایت احتیاط کے ساتھ کسی محفوظ راستے سے بچوں کو شہر پناہ سے باہر پہنچادو۔ رات کو مدینہ کی طرف جانے والا ایک قافلہ آبادی کے قریب سے گزر رہا ہے انہیں کسی طرح ان کے

ساتھ لگادو"۔

زادِ راہ مکمل ہوجانے کے بعد رخصت کرنے کیلئے دونوں بچوں کو سامنے بلایا جوں ہی ان کی نظر پڑی فرطِ غم سے آنکھیں بھیگ گئیں ضبط کا پیمانہ چھلک اٹھا منہ سے ایک چیخ نکلی اور بیتاب ہوکر دونوں بچوں کو سینے سے لگالیا پیشانی چومی سر پر ہاتھ رکھا اور سکتے کی حالت میں دیر تک دم بخود رہے۔

باپ کی شہادت کے واقعہ سے بچے اب تک بے خبر رکھے گئے تھے نہ انہیں ہی بتایا گیا تھا کہ اب خود ان کی ننھی گردنیں بھی خون آشام تلواروں کی زد پہ ہیں۔

قاضی شریح کی اس کیفیت پر بچے حیرت سے ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ بڑے بھائی نے حیرانی کے عالم میں دریافت کیا۔

ہمیں دیکھ کر گریہ بے اختیار کی وجہ سمجھ میں نہیں آرہی ہے ۔اچانک اتنی رات کو پاس بلاکر ہمارے سروں پر شفقت کا ہاتھ رکھنا بے سبب نہیں ہے۔اس طرح کی پھوٹ پڑنے والی ہمدردی تو ہمارے خاندان میں یتیموں کے ساتھ کی جاتی ہے۔

تیر ونشتر کی طرح دل میں آرپار ہوجانے والا یہ جملہ ابھی ختم نہیں ہو پایا تھا کہ پھر فضا میں ایک چیخ بلند ہوئی اور قاضی شریح نے برستی ہوئی آنکھوں کے ساتھ گلوگیر آواز میں جواب دیا۔

گلشن رسول کے مہکتے غنچو! کلیجہ منہ کو آرہا ہے زبان میں تاب گویائی نہیں ہے کس طرح خبر دوں کہ تمہارے ناز کا چمن اجڑ گیا اور تمہاری امیدوں کا آشیانہ دن دہاڑے ظالموں نے لوٹ لیا۔

ہائے! تم پردیس میں یتیم ہوگئے۔تمہارے باپ کو کوفیوں نے شہید کرڈالا اور اب تمہاری ننھی جان بھی خطرے میں ہے آج شام ہی سے خون کے پیاسے تمہاری تلاش میں ہیں۔ننگی تلواریں لئے ہوئے حکومت کے جاسوس تمہارے پیچھے لگ گئے ہیں۔

یہ خبریں سن کر دونوں بچے ہیبت وخوف سے کانپنے لگے۔ ننھا سا کلیجہ سہم گیا۔پھولوں کی شاداب پنکھڑی مرجھا گئی۔منہ سے ایک چیخ نکلی اور غش کھا کر زمین پر گر پڑے۔ہائے رے تقدیر کا تماشا! ابھی چند ہی دن ہوئے تھے کہ ماں کی مامتا نے پیار کی ٹھنڈی چھاؤں میں مدینے سے رخصت کیا تھا۔ناز اٹھانے کیلئے باپ کا دامن ہے کہ پکڑ کر مچل جائیں نہ ماں کا آنچل ہے کہ سہم جائیں تو منہ چھپالیں گے۔کچی نیند سو کر اٹھنے والے اب کسے آواز دیں۔ کون ان کی پلکوں کے آنسو اپنی آستین میں جذب کرلے۔

آہ! غنچوں کی وہ نازک پنکھڑی جو شبنم کا بار بھی نہیں اٹھاسکتی آج اس پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا ہے۔ پردیس میں ننھی جانوں کے لئے باپ کی شہادت ہی کی خبر کیا قیامت سے کم تھی کہ اب خود اپنی جان کے بھی لالے پڑ گئے تھے۔قضاء تیغ برہنہ لئے کھڑی تھی۔آنکھوں کے سامنے چراغ گل ہورہا تھا۔قاضی شریح سے بچوں کا بلک بلک کر رونا اور پچھاڑیں کھا کھا کر تڑپنا دیکھا نہیں جارہا تھا بڑی مشکل سے انہوں نے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"بنو ہاشم کے نونہال! اس طرح پھوٹ پھوٹ کر مت رو! دشمن دیوار سے کان لگائے کھڑے ہیں تم اپنے باپ کی ایک مظلوم یادگار ہو۔تاجدار عرب کی ایک مقدس امانت ہو۔نازک آبگینوں کو کہیں ٹھیس لگ گئی تو میں عرصہ محشر میں منہ دکھانے کے قابل نہیں رہوں گا۔اس لئے دارالامان تک پہنچادیا جائے"۔

اسی وقت رات کے سناٹے میں تم دونوں ہمارے بیٹے کے ہمراہ کوفے سے باہر نکل جاؤ اور جو قافلہ مدینہ کی طرف جارہا ہے اس میں شامل ہوجاؤ اپنے نانا جان کے جوار رحمت میں پہنچ کر ہماری طرف سے درود وسلام کی نذر پیش کردینا۔

اچھا جاؤ خدا تمہیں اپنے حفظ وامان میں رکھے"۔

بھیگی پلکوں کے سائے میں قاضی شریح نے بچوں کو رخصت کیا۔ پاسبانوں اور جاسوسوں کی نگاہوں سے چھپ چھپا کر قاضی شریح کے بیٹے نے بہ حفاظت تمام انہیں کوفہ کے شہر کے باہر پہنچادیا۔سامنے ہی کچھ فاصلے پر ایک گزرتے ہوئے قافلے

کی گرد نظر آئی۔ انگلی کے اشارے سے بچوں کو دکھلا دیا۔ اشارہ پاتے ہی تیزی سے بچے قافلے کی طرف دوڑے اور نگاہوں سے اوجھل ہو گئے۔

رات کا وقت دہشت ناک سناٹا، بھیانک اندھیرا، خوف وہیبت میں ڈوبا ہوا ماحول اور آغوش مادر کی تازہ بچھڑی دو ننھی جانیں، نہ ہاتھ میں عقل وشعور کا چراغ نہ ساتھ میں کوئی رفیق و رہبر تھوڑی دور چل کر راستہ بھول گئے۔

ہائے گردشِ ایام! کل تک جن لاڈلوں کا قدم پھول کی سیج پر تھا آج انہی کی راہ میں کانٹوں کی برچھیاں کھڑی تھیں جو اپنے نانا جان کے مزار تک بھی باپ کی انگلیوں کا سہارا لئے بغیر نہیں جا سکتے تھے آج وہ یکہ وتنہا دشت غربت میں بھٹکتے پھر رہے تھے۔ کبھی چلنے کی عادت نہیں تھی چلتے چلتے گر پڑتے۔ قدم قدم پر ٹھوکر لگتی، تلوؤں میں کانٹے چبھتے تو اُف کر کے بیٹھ جاتے ہوا سنسناتی تو دہشت سے کانپنے لگتے۔ پتے کھڑکتے تو ننھا سا کلیجہ سہم جاتا ڈر لگتا تو ٹھٹھک جاتے پھر چلنے لگتے کبھی بلک بلک کر ماں کو یاد کرتے، کبھی مچل مچل کر باپ کو آواز دیتے کبھی حیرانی کے عالم میں ایک دوسرے کا منہ تکتے اور کبھی ڈبڈبائی آنکھوں سے آسمان کی طرف دیکھتے۔

جب تک پاؤں میں سکت رہی اسی کیفیت سے چلتے رہے جب مایوس ہو گئے تو ایک جگہ تھک کر بیٹھ گئے۔

ذرا تقدیر کا تماشا دیکھئے! کہ رات کا پچھلا پہر تھا، ڈھلتی ہوئی چاندنی ہر طرف بکھر گئی تھی۔ ابن زیاد کی پولیس کا ایک دستہ جوان بچوں کی تلاش میں نکلا تھا گشت کرتا ہوا ٹھیک وہیں پر آ کر رکا جوں ہی بچوں پر نظر پڑی قریب آیا اور دریافت کیا۔

تم کون ہو؟

بچوں نے سمجھ کر کہ یتیموں کے ساتھ ہر شخص کو ہمدردی ہوتی ہے اپنا سارا حال صاف صاف بتا دیا۔

ہائے رے بچپن کی معصومی! ان بھولے بھالے نونہالوں کو کیا خبر تھی کہ وہ خون کے پیاسے کو اپنا پتہ بتا رہے ہیں۔

یہ معلوم ہونے کے بعد کہ یہی حضرت مسلم کے دونوں بچے ہیں جلادوں نے انہیں گرفتار کر لیا۔ مشکیں کسیں اور گھسیٹتے ہوئے اپنے ہمراہ لے چلے۔

یہ دردناک منظر دیکھ کر ڈوبتے ہوئے تاروں کی آنکھیں جھپک گئیں چاند کا چہرہ فق ہو گیا۔ شدت کرب سے ابن عقیل کے یتیم بلبلا اٹھے دل ہلا نے دینے والی ایک فریاد صحرا میں گونجی

''ہم بن باپ کے بچے ہیں! ہماری یتیمی پر رحم کرو! رات بھر چلتے چلتے پاؤں میں چھالے پڑ گئے ہماری مشکیں کھول دو، اب اذیت برداشت کرنے کی سکت باقی نہیں ہے۔ نانا جان کا واسطہ ہمارے گھائل جسم پر ترس کھاؤ سنسان جنگل میں یتیموں کی فریاد سن لو''۔

اس نالۂ درد سے دھرتی کا کلیجہ ہل گیا لیکن سنگ دل اشقیاء ذرا بھی متاثر نہیں ہوئے۔ ترس کھانے کے بجائے ظالموں نے فرط غضب میں پھول جیسے رخساروں پر طمانچہ مارتے ہوئے کہا۔

''تمہاری تلاش میں کئی دنوں سے آنکھوں کی نیند اڑ گئی ہے، کھانا پینا حرام ہو گیا اور تم راہ فرار اختیار کرنے کے لئے جنگل میں چھپتے پھر رہے ہو جب تک کیفر کردار کو نہیں پہنچ جاتے تم پر کوئی رحم نہیں کیا جائے گا''۔

طمانچوں کی ضرب سے نور کے سانچے میں ڈھلی ہوئی صورتیں ماند پڑ گئیں چہرے پر انگلیوں کے نشانات ابھر آئے۔ رونے کی آواز نہیں تھی کہ دل کا بوجھ ہلکا ہو جاتا۔ ایک گرفتار پنچھی کی طرح سسکتے لرزتے، کانپتے، سر جھکائے شکنجے میں کسے قدم قدم پر جفا کاروں کے ظلم وستم کی چوٹ کھا رہے تھے۔

اب امید کا چراغ گل ہو گیا تھا۔ دل کی آس ٹوٹ چکی تھی سب کو آواز دے کر تھک چکے تھے کہیں سے کوئی چارہ گر نہیں آیا۔ بالآخر ننھا سا ل دل مایوسیوں کے اتھاہ ساگر میں ڈوب گیا۔

اب موت کا بھیانک سایہ دن کے اُجالے میں نظر آ رہا تھا اسی عالم یاس میں وہ کشاں کشاں کوفہ کی طرف بڑھ رہے تھے۔

اپنے مستقر پر پہنچ کر سپاہیوں نے ابن زیادہ کو خبر کردی۔

حکم ہوا بچوں کو قید میں ڈال دیا جائے اور جب تک دمشق سے کوئی اطلاع نہیں آجاتی کڑی نگرانی میں رکھا جائے۔

حکومت کے سپاہی ابن زیاد کے حکم کے بموجب بچوں کو داروغہ کے حوالے کر کے چلے گئے۔ داروغہ نہایت شریف النفس اور دل سے جاں نثار اہل بیت تھا۔ اس نے نہایت عقیدت ومحبت کے ساتھ ہاشمی شہزادوں کی راحت وآسائش کا انتظام کیا۔

دوپہر گزر جانے کے بعد اپنی جان پر کھیل کر اس نے دونوں بچوں کو جیل سے باہر نکالا اور اپنی حفاظت میں قادسیہ جانے والی سڑک پر انہیں پہنچا کر ایک انگوٹھی دی اور اپنے بھائی کا پتہ بتاتے ہوئے کہا کہ قادسیہ پہنچ کر اس سے ملاقات کرنا اور بطور نشانی یہ انگوٹھی دکھانا وہ بحفاظت تمام مدینہ پہنچا دے گا۔ یہ کہہ کر اس نے ڈبڈبائی آنکھوں سے بچوں کو رخصت کیا۔

قادسیہ کی طرف جانے والا کارواں کچھ ہی دور تیار کھڑا تھا۔ بچے بے تحاشا اس کی طرف دوڑے لیکن نوشتۂ تقدیر نے پھر یہاں اپنا کرشمہ دکھایا۔ پھر مدینے کے ان ننھے مسافروں کو دشتِ غربت کی بلاؤں نے آکے گھیر لیا۔

پھر کچھ دور چل کر راستہ بھٹک گئے۔ قافلہ نظر سے اوجھل ہوگیا پھر رات کا وہی بھیانک سناٹا اور وہی خوناک تاریکی وہی سنسان جنگل وہی شام کا ڈراؤنا خواب، ہر طرف خون آشام تلواروں کا پہرہ قدم قدم پر وحشتوں کا سایہ۔

چلتے چلتے پاؤں شل ہوگئے۔ تلواروں کے آبلے پھوٹ پھوٹ کر بہنے لگے۔ روتے روتے آنکھوں کا چشمہ سوکھ گیا۔

صبح ہوئی تو دیکھا کہ جہاں سے رات کو چلے تھے گھوم پھر کر وہیں موجود ہیں، ہائے رے تقدیر کا چکر اس دنیا میں کیڑے مکوڑوں اور چرند پرند تک کا اپنا اپنا بسیرا ہے لیکن خاندان نبوت کے دو ننھے یتیموں کے لئے کہیں پناہ کی جگہ نہیں ہے۔

جب سویرا ہوگیا اور ہر طرف لوگوں کی آمد ورفت شروع ہوگئی تو کل کی گرفتاری کا واقعہ یاد کر کے بچے بیقرار ہوگئے، دشمن کی نظر سے چھپنے کے لئے ہر طرف نظر دوڑائی لیکن چٹیل میدان میں کوئی محفوظ جگہ نہیں مل سکی۔ حیرانی، بیچارگی، مایوسی اور خوف وہراس کے عالم میں دونوں بھائی حسرت سے ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔

ننھا سا دل، کمسنی کی عقل کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کہاں جائیں کیا کریں؟ انجام سوچ کر آنکھیں ڈبڈبا آئیں۔ تھوڑی ہی دور پر ایک چشمہ بہہ رہا تھا، بڑے بھائی نے چھوٹے سے کہا۔

''چلو وہاں ہاتھ منہ دھولیں، نمازِ فجر کا وقت بھی آگیا ہے خدا کی طرف سے اگر ہمارا آخری وقت آہی گیا ہے تو اب اسے کوئی نہیں ٹال سکتا''۔

چشمے کے قریب پہنچ کر انہیں ایک بہت پرانا درخت نظر آیا اس کا تنا اندر سے کھوکھلا تھا۔ پناہ کی جگہ سمجھ کر دونوں بھائی اسی میں چھپ کر بیٹھ گئے۔

ذرا سی آہٹ ہوتی تو دل دھڑکنے لگتا کوئی راہ گیر گزرتا تو دشمن سمجھ کر سہم جاتے۔ ایک پہر دن چڑھنے کے بعد کوفہ کی طرف سے ایک لونڈی پانی بھرنے کی غرض سے چشمے کے کنارے آئی پانی میں برتن ڈبونا چاہتی تھی کہ سطح آب پر آدمی کا عکس نظر آیا، پلٹ کر دیکھا تو دو ننھے بچے درخت کے کھوہ میں سہمے ہوئے بیٹھے تھے۔

سفید پیشانی سے نور کی کرن پھوٹ رہی تھی لالہ کی طرح دمکتے عارض پر موسم خزاں کی اداسی سی چھا گئی تھی۔

لونڈی نے حیرت کے عالم میں دریافت کیا، ''اے گلشن دلربائی کے نوشگفتہ پھولو! تم کون ہو۔ کہاں سے آئے ہو؟

ایک بار کے ڈرے ہوئے تھے۔ کچھ جواب دینے کے بجائے خوف ودہشت سے لرزنے لگے پھوٹ پھوٹ کر رسنے والے آنسوؤں سے چہرہ شرابور ہوگیا۔

لونڈی نے تسلی آمیز لہجہ میں کہا۔ ''ناز کے پلے ہوئے لاڈلو! کسی طرح کا اندیشہ نہ کرو۔ دل سے دہشت نکال دو۔ یقین

کرو کہ میں تمہارے گھر کی بھکارن ہوں، دشمن نہیں ہوں"۔

تم نہ بھی اپنا ٹھکانہ بتاؤ جب بھی تمہارا یہ نورانی چہرہ یہ سمجھنے کیلئے کافی ہے کہ تم بی بی فاطمہ کی جنت کے پھول ہو۔

سچ بتاؤ! کیا تم ہی دونوں امام مسلم کے نونہال ہو؟ لونڈی نے چہرے کی بلائیں لیتے ہوئے کہا "فلک نشین شہزادو! کیڑے مکوڑوں کی بھٹ سے باہر نکل آؤ۔ میرے دل میں بیٹھو آنکھوں میں سما جاؤ"۔

لونڈی کے اصرار پر بچے درخت کی کھوہ سے باہر نکلے اور ہمدرد وغمگسار سمجھ کر اس سے اپنا سارا حال بیان کر دیا۔

ان کی دردناک سرگزشت سن کر لونڈی کا کلیجہ ہل گیا۔ آنکھیں ساون بھادوں کی طرح برسنے لگیں دل کی بیقرار کیفیت پر قابو پانے کے بعد بچوں کو گوشے کے کنارے پر لے گئی، آنسو پونچھے، منہ دھلایا بالوں کا غبار صاف کیا اور انہیں دلاسا دیتے ہوئے محفوظ راستے سے اپنے گھر لائی، اس کی مالکہ بھی خاندان اہل بیت سے والہانہ عقیدت رکھتی تھی۔ اپنی مالکہ کے سامنے دونوں بچوں کو پیش کرتے ہوئے کہا:

"یہ دونوں بچے امام مسلم کے لاڈلے ہیں، بن باپ کے یتیم بچے ہیں، پردیس میں ان کا کوئی نہیں، ان کی بیکسی اور یتیمی پر ترس کھانے کے بجائے ظالم اب ان بے گناہوں کے خون کے درپے ہیں، خوف ودہشت سے ننھا سا کلیجہ سوکھ گیا ہے ہاشمی گھرانے کے یہ دونوں لال ڈر کے مارے درخت کی ایک کھوہ میں چھپے ہوئے تھے؟

بی بی! سورج سوا نیزے پہ آ گیا ہے لیکن گہوارۂ مادر سے نکلے ہوئے ان شیر خوار بچوں کے منہ میں ایک کیل بھی اب تک نہیں پڑی۔

مالکہ یہ سارا ماجرا سن کر تڑپ گئی، گریہ بے اختیار سے اس کے آنچل کا دامن بھیگ گیا، وارفتگی شوق میں بچوں کو گود میں بٹھایا چہرے کی بلائیں لیں سر پر ہاتھ پھیرا اور نہلا دھلا کر کپڑے بدلوائے، آنکھوں میں سرمہ لگایا، زلفیں سنواریں اور کھلا پلا کر ایک محفوظ کوٹھری میں آرام کرنے کے لئے بستر لگا دیا۔

پھول جیسے رخساروں پر ڈھلکتے ہوئے آنسوں دیکھ کر مالکہ بے چین ہوگئی دوڑ کر سینے سے لپٹا لیا، اپنے آنچل کے پلو سے آنسو پونچھے اور تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"آنکھوں کے تارو! اس گھر کو اپنا ہی گھر سمجھو تمہارے قدموں پر میری جان نثار میری روح صدقے! میں جب تک زندہ رہونگی تمہارے ناز اٹھاؤں گی۔ تمہارے دم قدم سے میرے ارمانوں کا چمن کھل گیا ہے میرے آنگن میں جھما جھم نور کی بارش ہو رہی ہے۔

رات کی بھیانک سیاہی ہر طرف پھیل گئی امام مسلم کے یتیم بچوں کی تلاش میں حکومت کے جاسوس اور دنیا کے لالچی کتے گلی گلی پھر رہے تھے۔ کافی دیر تک گھر کی مالکہ اپنے شوہر حارث کے انتظار میں جاگتی رہی، ایک پہر رات ڈھل جانے کے بعد وہ ہانپتا کانپتا تھکا ماندہ گھر واپس لوٹا۔ بیوی نے حال دیکھ کر اچنبھے سے پوچھا" آج اتنے پریشان وبے حال کیوں نظر آتے ہیں آپ"۔

کچھ دم لینے کے بعد جواب دیا۔

تمہیں شاید خبر نہیں ہے کہ باغی مسلم کے ہمراہ اس کے دو بچے بھی آئے تھے۔ کئی دن تک وہ کوفہ میں روپوش رہے پرسوں صبح مدینہ کی طرف جانے والے راستے کے قریب انہیں گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا گیا۔ کل رات کے کسی حصے میں داروغۂ جیل کی سازش سے وہ فرار ہو گئے۔

ابن زیاد کی طرف سے عام منادی کر دی گئی ہے کہ جو انہیں پکڑ کر لائے گا اسے منہ مانگا انعام دیا جائے گا۔ وقت کا سب سے بڑا اعزاز حاصل کرنے کے لئے اس سے زیادہ زریں موقع ہاتھ نہیں آئے گا بیگم!

صبح سے ہی انہیں بچوں کی تلاش میں سرگرداں ہوں

دوڑتے دوڑتے برا حال ہے ابھی تک کوئی سراغ نہیں لگ رہا ہے۔

حارث کی بات سن کر بیوی کا کلیجہ دھک سے ہو گیا دل ہی دل میں پیچ وتاب کھانے لگی۔ مسحور کر دینے والی ایک ادائے دلبرانہ کے ساتھ اس نے اپنے شوہر کو سمجھانا شروع کیا۔

ابن زیاد آل رسول کا ناحق خون بہا کر اپنی عاقبت برباد کر رہا ہے۔ دنیا کی آسائش چند روزہ ہے۔ انعام کے لالچ میں جہنم کا ہولناک عذاب مت خریدئے۔

''ذرا اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر سوچئے! کل میدان حشر میں رسول خدا کو ہم کیا منہ دکھائیں گے''۔

حارث کا دل پوری طرح سیاہ ہو چکا تھا۔ بیوی کی باتوں کا کوئی اثر اس کے دل پر نہیں ہوا۔ جھنجھلاتے ہوئے جواب دیا۔

''نصیحت فرمانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ عاقبت کا نفع نقصان میں خود سمجھتا ہوں، میرا ارادہ اٹل ہے۔ اپنی جگہ سے مجھے کوئی بھی نہیں ہٹا سکتا''۔

سنگدل شوہر کی نیت بد معلوم ہونے کے بعد منٹ منٹ پر دل دھڑک رہا تھا کہ مبادا ظالم کو کہیں بھنک نہ لگ جائے اس لئے جلدی ہی اسے کھلا پلا کر سلا دیا اور جب تک نیند نہیں آگئی بالیں پر بیٹھی اسے باتوں میں بہلاتی رہی جب وہ سو گیا تو دبے پاؤں اس کی اور بچوں کی کوٹھری پر تالا ڈال دیا۔

فکر سے آنکھوں کی نیند اڑ گئی تھی۔ رہ رہ کر دل میں ہوک اٹھتی تھی۔ ہائے اللہ! حرم نبوت کے ان راج دلاروں کو کچھ ہو گیا تو حشر کے دن سیدہ کو میں کیا منھ دکھاؤں گی۔

دنیا قیامت تک میرے منھ پر تھوکے گی کہ میں نے نبی زادوں کے ساتھ دغا کی۔ انہیں جھوٹا دلاسا دے کر مقتل کی دہلیز تک لے آئی، آہ! میرے عشق پارسا کا سارا بھرم لٹ گیا میرے حسین خوابوں کا تار تار بکھر گیا۔

ہائے افسوس! اس گھر کو معصوم بچے اپنا ہی گھر سمجھ رہے ہوں گے۔ کہیں یہ راز فاش ہو گیا تو ان کے ننھے دل پر کیا گزرے گی وہ مجھے اپنے تئیں کیا سمجھیں گے لیکن میرے اپنے دل کا حال خدا اور اس کے رسول سے چھپا ہوا نہیں ہے۔ کچھ بھی ہو جیتے جی لاڈلوں کی جان پر کوئی آفت نہیں آنے دوں گی۔

یا اللہ! مجھے اپنے محبوبوں کے عشق میں ثابت قدم رکھ اور ان کے آنسوؤں کا گوہر ٹپکنے سے پہلے میرے جگر کا خون کر دے۔

رات کا پچھلا پہر تھا۔ کوفے کی بدنصیب آبادی پر ہر طرف نیند چھائی ہوئی تھی۔ حارث اپنے گھر میں بے خبر سو رہا تھا، دونوں بچے بند کوٹھری میں محو خواب ناز تھے کہ اسی درمیان انہوں نے نہایت دردناک اور ہیجان انگیز خواب دیکھا۔

چشمۂ کوثر کی سفید موجوں سے نور کی کرن پھوٹ رہی ہے۔ باغ فردوس کی شاہراہوں پر چاندنی کا غلاف بچھا دیا گیا ہے۔ قریب ہی کچھ فاصلے پر شہنشاہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم، مولائے کائنات حضرت حیدر، بنت رسول حضرت فاطمہ اور شہید مظلوم حضرت امام مسلم علیہم الصلوۃ والسلام جلوہ فرما ہیں۔

دونوں بچوں پر نظر پڑتے ہی سرکار نے امام مسلم سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ مسلم! تم خود تو آگئے اور جور وستم کا نشانہ بننے کے لئے ہمارے جگر پاروں کو اشقیاء کے ہاتھوں میں چھوڑ آئے۔

حضرت مسلم نے نیچی نگاہ کئے جواب دیا۔

وہ بھی پیچھے پیچھے آرہے ہیں حضور! بہت قریب آچکے ہیں۔ بس دو چار قدم کا فاصلہ رہ گیا ہے۔ خدا نے چاہا تو کل کا سورج طلوع ہوتے ہی وہ دامن رحمت کی ٹھنڈی چھاؤں میں مچل رہے ہوں گے۔

یہ خواب دیکھ کر دونوں بھائی چونک گئے بڑے بھائی نے چھوٹے کو جھنجھوڑتے ہوئے کہا اب سونے کا وقت نہیں ہے۔ ہماری شب زندگی کی سحر ہو گئی ہے۔

بھیا اٹھو! بابا جان نے خبر دی ہے کہ اب ہم چند گھنٹے کے مہمان ہیں۔ حوض کوثر پر نانا حضور ہمارے انتظار میں کھڑے ہیں۔

دادی اماں ہائے بے تابی کے ساتھ ہماری راہ دیکھ رہی ہیں۔

بھیا! صبر کرلو۔ اب دشمنوں کی خون آشام تلواروں سے بچ نکلنا بہت مشکل ہے۔ اب مدینہ لوٹ کر جانا نصیب نہیں ہوگا ہائے! امی جان سے اب آخری وقت بھی ملاقات نہیں ہوسکے گی۔

چھوٹے بھائی نے ڈبڈباتے ہوئے جواب دیا۔

بھائی جان! میں نے بھی اس طرح کا خواب دیکھا ہے کہ سچ مچ ہم لوگ کل صبح کو قتل کردئے جائیں گے۔

ہائے! ایک دوسرے کو ذبح ہوتے ہم کیسے دیکھ سکیں گے بھیا؟

یہ کہہ کر دونوں بھائی ایک دوسرے کے گلے میں باہیں ڈال کر لیٹ گئے اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔

قضا بھی تاک رہی تھی۔ نالۂ بے اختیار کی آواز سے جلاد حارث کی آنکھ کھل گئی۔ آہ! سوتی ہوئی قیامت جاگ اٹھی۔ ظالم نے بیوی کو جگا کر پوچھا۔

یہ بچوں کے رونے کی آواز کہاں سے آرہی ہے؟

صورت حال کی نزاکت سے بیوی کا کلیجہ سوکھ گیا۔ اس نے ٹالتے ہوئے جواب دیا۔

"سوجایئے! کہیں پڑوس کے بچے رورہے ہوں گے"۔

سنگ دل نے تیور بدل کر کہا۔

"پڑوس سے نہیں، ہمارے گھر سے یہ آواز آرہی ہے۔ ہونہ ہو وہی مسلم کے بچے ہیں جن کی تلاش میں کئی دن سے سرگرداں ہوں"۔ یہ کہتے ہوئے اٹھا اور اس کوٹھری کے پاس جا کر کھڑا ہوگیا تالا توڑ کر دروازہ کھولا۔ اندر جا کر دیکھا تو دونوں بچے روتے روتے بے حال ہوگئے تھے۔ کرخت لہجے میں دریافت کیا "تم کون ہو؟"۔

اچانک اس اجنبی آواز پر بچے سہم گئے کیوں کہ اس گھر کو وہ اپنا دارالامان سمجھے ہوئے تھے۔ یہ کہتے ہوئے ذرا بھی تامل نہ ہوا کہ ہم امام مسلم کے بچے ہیں۔

یہ سن کر ظالم غصے میں دیوانہ ہوگیا میں تو چاروں طرف ڈھونڈ ڈھونڈ کر ہلکان ہوگیا ہوں اور آپ لوگوں نے ہمارے ہی گھر میں عیش کا بستر لگایا ہوا ہے"۔

یہ کہتے ہوئے آگے بڑھا اور نہایت ہی بے رحمی کے ساتھ ننھے یتیموں کے رخساروں پر طمانچے برسانا شروع کئے شدت کرب سے دونوں بھائی بلبلا اٹھے۔ بے تحاشہ بیوی دوڑی اور یہ کہتے ہوئے درمیان میں حائل ہوگئی۔

"ارے ظالم! یہ کیا کررہے ہو۔ ارے یہ فاطمہ کے راج دلارے ہیں۔ ان کی چاند جیسی صورتوں پر ترس کھا۔ ہاتھ روک لے ستم گر! جنت کے پھولوں کا سہاگ مت لوٹ! چمنستان قدس کی نازک کلیوں کو گھائل مت کر بن باپ کے دکھیاؤں کا کچھ تو خیال کر ظالم! پھر مامتا کی جھونک میں اٹھی اور اس کے قدموں پر اپنا سر پٹکنے لگی۔ میرا سر کچل کر اپنی ہوس کی آگ بجھالے لیکن فاطمہ کے جگر پاروں کو بخش دے۔

غصے میں چور سنگ دل شوہر نے اسے اتنے زور کی ٹھوکر ماری کہ وہ پتھر کے ستون سے ٹکرا کر لہولہان ہوگئی۔

طمانچہ مارتے مارتے جب تھک گیا تو شقی ازلی نے دونوں بھائیوں کی مشکیں کسیں اور غلاف کعبہ کی لٹکتی ہوئی زلفوں کو زور سے کھینچا اور آپس میں ایک دوسرے سے باندھا مارے دہشت کے بچوں کا خون سوکھ گیا حلق کی آواز پھنس گئی۔ آنکھوں کے آنسو جل گئے۔ اس کے بعد سیاہ بخت یہ کہتا ہوا کوٹھری سے نکل آیا جس قدر تڑپنا ہے صبح تک تڑپ لو۔ دن نکلتے ہی میری چمکتی ہوئی تلوار تمہیں ہمیشہ کے لئے چین کی نیند سلادے گی"۔

دروازہ مقفل تھا۔ اندر کا حال خدا جانے ویسے ننھی جانوں میں اب تاب ہی کہاں تھی کہ نالوں کا شور بلند ہوتا البتہ زنداں کی کوٹھری سے تھوڑے تھوڑے وقفے پر آہستہ آہستہ کراہنے کی آواز سنائی پڑتی تھی۔

بلالاؤ قیامت کو! بڑا ناز ہے اسے مناظر کی ہولناکی پر

سوا نیزے والے آفتاب کی روشنی میں سیدہ کے شیر خوار بچوں کی اسیری کا تماشہ دیکھ لے۔

اور ذرا اہل محشر کو بڑھ کر آواز دو۔ وہ بھی گواہ ہو جائیں کہ جس محمد عربی کے اشارۂ ابرو پر ان کی بیڑیاں ٹوٹ کر گرنے والی ہیں آج انہیں کی گود کے لاڈلے زنجیروں میں سسک رہے ہیں۔

ہائے رے! مقام بلند کی قیامت آرائیاں بڑے بڑے لالہ رخوں، مہ جبینوں اور گل رویوں کا نگار خانہ جمال تو نے دن دہاڑے لوٹ لیا اور تیرے خلاف کہیں داد فریاد بھی نہیں ہو سکی ہے۔

ارمانوں کی سرخیاں لئے ہوئے لرزتی کانپتی سحر طلوع ہوئی گھنے بادلوں کی اوٹ میں منہ چھپائے سورج نکلا جوں ہی دشمن ایمان نے اپنی خون آشام تلوار اٹھالی۔ زہر میں بجھا ہوا خنجر سنبھالا اور خونخوار درندے کی طرح کوٹھری کی طرف لپکا۔ نیک بخت بیوی نے دوڑ کر پیچھے سے اس کی کمر تھام لی، جفا کار نے اتنے زور سے جھٹکا دیا کہ سر ایک دیوار سے ٹکرا گیا اور وہ آہ کر کے زمین پر گر پڑی۔

بیوی کو گھائل کرنے کے بعد جوش غضب میں دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ ہاتھ میں ننگی تلوار اور چمکتا ہوا خنجر دیکھ کر دونوں بھائی لرز گئے۔ خوف سے نرگسی آنکھیں بند ہو گئیں۔ ابھی وہ اس ہولناک دہشت سے کانپ ہی رہے تھے کہ سیاہ بخت نے آگے بڑھ کر دونوں بھائیوں کی زلفیں پکڑ لیں اور نہایت بیدردی کے ساتھ انہیں گھسیٹتا ہوا باہر لایا۔ تکلیف کی شدت سے معصوم بچے تلملا اٹھے۔ پچھاڑ کھا کھا کر اس کے قدموں پر سر ٹیکنے لگے لوٹ لوٹ کر آہ و فریاد کرنے لگے لیکن سنگدل کو ترس نہ آنا تھا نہ آیا۔ لہو میں شرابور پاک طینت بی بی پھر اٹھی اور بپھری ہوئی شیرنی کی طرح گرجتے ہوئے کہا۔

''' آخر گھسیٹ کر کہاں لے جا رہے ہو ان بے گناہ مسافروں کو؟ دشمنی تھی تو ان کے باپ سے تھی چار دن کے معصوم بچوں سے کیا دشمنی ہے جو تو ان کا خون بہانے پر تلا ہے؟ ساری دنیا یتیموں پر ترس کھاتی ہے اور تو رات سے انہیں شکنجے میں کسے ہوئے ہے۔ تھپڑوں سے مار مار کر تم نے ان کا پھول سا چہرہ لہولہان کر دیا ہے۔ رحمتوں کی گھٹا کی طرح لٹکتی ہوئی زلفوں کو تو اتنی بیدردی سے گھسیٹ رہا ہے کہ بالوں کی جڑوں سے خون بہنے لگا ہے۔

رات سے اب تک مدینہ کے یہ نازنین بے آب و دانہ لگاتار تیرے ظلم و ستم کی چوٹ کھا رہے ہیں اور تجھے ان کی کم سنی پر بھی ترس نہیں آتا۔ پردیس میں ان کا کوئی حامی و مددگار نہیں ہے اس لئے بے سہارا سمجھ کر تو انہیں تڑپا تڑپا کر مار رہا ہے۔ جس نبی کا کلمہ پڑھتا ہے وہ اگر اپنی تربت سے نکل آئیں تو کیا ان کے روبرو ان کے نازنین شہزادوں کے ساتھ ایسا سلوک کر سکے گا؟

تیرے بازوؤں میں بڑا کس بل ہے تو کسی کڑیل جوان سے پنجہ لڑا۔ دودھ پیتے یتیموں پر کیا اپنی شہ زوری دکھلاتا ہے۔

اس کے سینے میں غیرت ایمانی کا جوش ابل پڑا تھا۔ اپنی جان پر کھیل کر اب وہ رفاقت حق کا آخری فیصلہ کر دینا چاہتی تھی۔

جذبات میں بے قابو ہو کر اس نے جیسے ہی بچوں کو اس کے ہاتھ سے چھڑانے کی کوشش کی، اس بد بخت نے ایک بھر پور ہاتھ کا گھونسا اس کے سینے پر مارا اور غش کھا کر زمین پر گر پڑی۔ لونڈی سامنے آئی تو وہ بھی اس کے تیغ ستم سے گھائل ہوئی۔

اس کے بعد شکنجے میں کسے ہوئے دونوں بھائیوں کو گھسیٹ کر وہ باہر لایا اور سامان کی طرح خچر پر لاد کر دریائے فرات کی طرف چل پڑا۔

رسیوں میں جکڑے ہوئے مسلم کے یتیم زندانی اب مقتل کی طرف آہستہ آہستہ بڑھ رہے تھے۔ مایوس چہروں پر بے بسی کی حسرت برس رہی تھی۔ دم بہ دم دل کی دھڑکن تیز ہوتی جاتی تھی۔ رہ رہ کر بچھڑی ہوئی ماں کی آغوش، شفقت و پیار کا گہوارہ مدینے کا دارالامان اور حجرۂ عائشہ میں ہستی کی آخری پناہ گاہ یاد آ رہی تھی۔

کچلے ہوئے ارمانوں کے ہجوم میں چھوٹے بھائی کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔ طویل خاموشی کے بعد اب آنسوؤں کا تھما ہوا طوفان

ابل پڑا۔ بڑے بھائی نے آستین سے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔

جانِ عزیز! صبر کرو۔ ہمت سے کام لو۔ اب زندگی کی گنتی کی چند سانسیں باقی رہ گئی ہیں، انہیں بیتابیوں کے ہیجان سے رائیگاں مت کرو۔

وہ دیکھو! دریائے فرات کی سطح پر چشمۂ کوثر کی سفید موجیں ہمیں سر اٹھا اٹھا کر دیکھ رہی ہیں اب اس جہان بے وفا سے اپنا لنگر اٹھالو۔ چند ہی قدم کے بعد عالم جاوید کی سرحد شروع ہو رہی ہے۔ بس دو گھڑی میں وہ اس جفا پیشہ دنیا کی دسترس سے باہر نکل جائیں گے۔

تھوڑی دور چلنے کے بعد دریائے فرات نظر آنے لگا۔ جلاد نے اپنی تلوار چمکاتے ہوئے کہا۔"سانپ کے بچو! دیکھ لو اپنا مقتل! وہیں تمہارا سر قلم کر کے سارے جہاں کے لئے ایک عبرتناک تماشہ چھوڑ جاؤں گا"۔

یہ سن کر بچوں کا خون سوکھ گیا۔ کنارے پر پہنچ کر شقی ازل نے انہیں خچر سے اتارا مشکیں کھولیں اور سامنے کھڑا ہو گیا۔

اب وہ کھلی آنکھوں سے سر پر منڈلاتی ہوئی قضا دیکھ رہے تھے۔ بے بسی کے عالم میں ڈبڈباتی ہوئی آنکھوں سے آسمان کی طرف تکنے لگے۔

جوں ہی بھنویں تانے، تیور چڑھائے قتل کے ارادے سے اس نے اپنی تلوار بے نیام کی مظلوم بچوں نے اپنے ننھے ننھے ہاتھ اٹھا کر رحم کی درخواست کی۔

اتنے میں ہانپتی کانپتی، گرتی پڑتی پیکر وفا بی بی آ پہنچی، آتے ہی اس نے پیچھے سے اپنے شوہر کا ہاتھ پکڑ لیا اور عاجز و درماندہ کی طرح خوشامد کرتے ہوئے کہا:

"خدا کے لئے اب بھی مان جاؤ۔ آل رسول کے خون سے اپنا ہاتھ رنگین مت کرو۔ رحم و غمگساری کے جذبے میں ذرا ایک بار آنکھ اٹھا کر دیکھو۔ بچوں کی ننھی جان سوکھی جا رہی ہے۔ تلوار سامنے سے ہٹا لو۔ نفس کا شیطان پوری طرح مسلط ہو چکا تھا۔ ساری منت و سماجت بے کار چلی گئی۔ غصے میں بھرپور تلوار کا ایک وار بیوی پر چلایا۔ وہ پیکر ایمان گھائل ہو کر تڑپنے لگی۔ بچے دردناک منظر دیکھ کر سہم گئے۔ اب سیاہ بد بخت جلاد اپنی خون آلود تلوار لے کر بچوں کی طرف بڑھا چھوٹے بھائی پر وار کرنا ہی چاہتا تھا کہ بڑا بھائی چیخ اٹھا۔

"خدارا پہلے مجھے ذبح کرو۔ جان سے زیادہ عزیز بھائی کی تڑپتی ہوئی لاش نہیں دیکھ سکوں گا"۔

چھوٹے بھائی نے سر جھکاتے ہوئے خوشامد کی۔ بڑے بھائی کے قتل کا منظر مجھ سے ہرگز نہیں دیکھا جا سکے گا خدا کے لئے میرا سر قلم کر دو"۔

اس لرزہ خیز منظر پر عالم قدس میں ایک ہنگامہ برپا تھا۔ شہنشاہ کونین کلیجہ تھامے ہوئے مشیت کی ادا پر صابر و شاکر تھے۔ سیدہ کی روح مچل مچل کر عرش الٰہی کی طرف بڑھ رہی تھی کہ عالم گیتی کو تہ و بالا کر دے لیکن قدم قدم سرکار کی پرنم آنکھوں کا اشارہ انہیں روک رہا تھا۔

حیدر خیبر شکن اپنی تیغ ذوالفقار لئے ہوئے سرکار کی جنبش لب کے منتظر تھے کہ آنِ واحد میں جفا شعاروں کو کیفر کردار تک پہنچا دیں۔ روح الامین بال و پر گرائے دم بخود تھے۔ رضوان و کوثر و تسنیم کا ساغر لئے ہوئے انتظار میں کھڑا تھا۔ ایک مرتبہ بجلی چمکی ستارہ ٹوٹا اور فضا میں دو ننھی چیخیں بلند ہوئیں، مرکز عالم ہل گیا، چشم فلک جھپک گئی ہوائیں رک گئیں، دھارے تھم گئے اور دھرتی کا کلیجہ شق ہو گیا حیرت کا طلسم ٹوٹا، امام مسلم کے یتیم بچوں کے کٹے ہوئے سر خون میں تڑپ رہے تھے اور لاشیں دریائے فرات کی لہروں کی گود میں ڈوبتی جا رہی تھی۔

سلامتی ہو تم پر اے محمد و ابراہیم اے امام مسلم کے راج دلارو! تمہارے مقدس خون کی سرخی سے آج تک گلشنِ اسلام کی بہاروں کا سہاگ قائم ہے۔

☆☆☆

پہلی جنگ آزادی 1857ء کا ایک عظیم مجاہد

شہید سید خان عالم ارغونی مداری علیہ الرحمۃ والرضوان

پنجاب، راجستھان اور میوات کے بیشتر علاقے جن کی خدمات جلیلہ اور ترویج واشاعت سے سلسلہ عالیہ مداریہ کے مرکز بن گئے تھے اور آج بھی خانقاہی نظم ونسق کی ضیاپاشیوں سے منور ہیں۔

ابوالمشرب سید مقتدا حسین جعفری

مدار پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس پاکیزہ سرزمین مکن پور شریف کی تاریخی حیثیت ہر دور کے ساتھ ایک انقلابی تاریخ رہی ہے۔ جب 1597ء میں اکبر نے دین الٰہی نام کے نئے مذہب کی بنیاد رکھی اور ایک نیا مذہب ہندوستان میں قائم کرنے کی ناکام کوشش کی تو سب سے پہلے حضور مدار العالمین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خانقاہ عالیہ سے فتویٰ جاری کیا گیا جس میں ''مذہب دین الٰہی'' کے ماننے والوں کو مرتد قرار دیتے ہوئے اس نئے دین کو گمراہی، کفر اور ارتداد پر مشتمل قرار دیا گیا وہ نایاب ونادر فتویٰ 1857ء کی جنگ آزادی تک خانقاہ عالیہ میں موجود رہا۔ آج بھی تاریخ کی کتابوں میں فتوے کا بھرپور ذکر ملتا ہے اگرچہ مذہب دین الٰہی 1605ء تک ہی قائم رہ سکا اور صرف 19 اشخاص نے اس مذہب کو مانا مگر حضور مدار پاک کی خانقاہ سے اس مذہب کی سخت مذمت کی گئی آج بھی کتابوں میں ایک واقعہ ملتا ہے.....کہ ''اس باطل مذہب کے پیغامات لیکر جب اکبر بادشاہ کا سپاہی مدار پاک کی خانقاہ شریف مکن پور شریف پہنچا تو اس وقت کے عظیم بزرگ ولی کامل عارف باللہ حضور سید شاہ عبدالرحیم علیہ الرحمۃ والرضوان نے اکبر اعظم کے اس فرمان پر تھوک دیا تھا''۔

اس واقعہ کو تاریخ میں جو مقام حاصل ہونا چاہئے تھا وہ نہ مل سکا، مگر ہمیشہ سے حق ودیانت کے ساتھ سچی اور حقیقی اسلامی تعلیمات کی ملک بھر میں رہنمائی کرنے والی خانقاہ مدار العالمینؒ نے ایک سبق آموز پیغام دنیا والوں کو دیا ہے۔ چونکہ ہندوستان کے ہر خطۂ ارضی پر حضور مدار العالمینؒ کی اسلامی خدمات کی بہاریں قائم ہیں اس لئے ملک بھر کا کوئی ایسا مسئلہ سامنے آیا تو اس عظیم خانقاہ نے اپنے ملک کی طرف داری، بقا، اور اس کے وقار وعظمت کیلئے آواز بلند کی ہے۔

برطانوی اقتدار کے تسلط اور برٹش حکومت کے ظلم وتشدد کے خلاف بھی خانقاہ مدار پاک سے ایسے انقلابی تحریکیں سامنے آئی تھیں جنہوں نے وقت کے دھاروں کا نقشہ بدل دیا تھا۔ جب ہم ہندوستان کی آزادی کی تاریخ پر نظر کرتے ہیں تو ہم کو ملتا ہے کہ ملک کی پہلی جنگ آزادی 1857ء کا سارا خونی سیلاب جن کے سروں سے گزر رہا تھا اس میں مکن پور شریف کے وہ جاں باز مجاہد بھی تھے جنہوں نے ملک کو غیر ملکی طاقتوں سے آزاد کرانے کیلئے ہنستے ہوئے سینوں پر گولیاں کھائیں اور مسکراتے ہوئے پھانسی کے پھندے کو چوم لیا تھا۔ ان مجاہدین آزادی نے اپنی قربانیاں دیکر ہندوستان کے عوام کو جو انقلابی پیغام دیا اس پیغام کو گلے لگا کر پورا ملک آزادی کی جنگ میں کود پڑا تھا، اگرچہ پہلی جنگ آزادی 1857ء جسے ہم ''غدر'' بھی کہتے ہیں وہ ناکامی کا شکار ہوگئی تھی مگر نوے سال کے بعد انگریز حکومت کو ہندوستان چھوڑنے پر مجبور ہونا پڑ گیا تھا۔

اسی پہلی جنگ آزادی 1857ء سے ایک عظیم مجاہد آزادی

حضور سید خان عالم میاں جعفری مداری کی قربانی کی ایک تاریخ وابستہ ہے جس کے بغیر ہندوستان کی آزادی کی تاریخ مکمل نہیں ہوسکتی ہے۔ شہید سید خان عالم ارغونی مداری رحمۃ اللہ علیہ کا شمار اس وقت کے ان بزرگوں میں ہوتا تھا جو شریعت وطریقت کے رموز ونکات پر حددرجہ کمال رکھتے تھے، تصوف وطریقت کے راستون پر گامزن اور رہبری ورہنمائی کی منازل پر فائز تھے۔ آپ کا ایک بہت بڑا حلقہ ارادت میوات، راجستھان اور پنجاب کا علاقہ تھا۔ اس وقت آپ کے مریدین کی تعداد ہزاروں میں تھی، سلسلہ عالیہ مداریہ کی ترویج واشاعت کے ایسے مبلغ تھے جن کی خدمات کی نشانیاں آج بھی میوات کے علاقہ میں موجود ہیں۔ خانقاہ عالیہ مدارالعالمین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشائخ عظام میں بھی اس وقت سید خان عالم میاں رحمۃ اللہ علیہ کو ایک خاص مقام حاصل تھا۔ وابستگان سلسلہ عالیہ مداریہ آپ کو نہایت عزت واحترام کی نظر سے دیکھتے اور آپ کی تبلیغی سرگرمیوں سے پورا سلسلہ بے حد متاثر تھا۔

دراصل شہید سید خان عالم میاں ارغونی مداری رحمۃ اللہ علیہ اس وقت مکن پور شریف کے سب سے بڑے سرمایہ دار تھے اور قرب وجوار ہی نہیں بہت دور دور تک ان کی سرمایہ داری، اور نام ونمود کے چرچے تھے۔ وہ ایک بہت بڑی ''حویلی'' کے مالک تھے اس حویلی میں ایک بہت بڑا کتب خانہ تھا۔ تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ اس لائبریری میں تقریباً ایک لاکھ کتابیں موجود تھیں اور کسی نے کتابوں کی تعداد ہزاروں میں لکھی ہے۔ ایک بہت بڑے رقبہ میں اس حویلی کو تعمیر کیا گیا تھا جس میں ان کے اہل خانہ بڑے ہی تزک واحتشام کی زندگیاں بسر کرتے تھے۔ حویلی میں گھوڑوں، دودھ دینے والے جانوروں کے علاوہ ایک جوڑا ہاتھی اور ہتھنی بھی تھے۔ حویلی کے شمالی حصہ میں ایک بہت بڑا املی کا درخت تھا اسی املی کے درخت میں ہاتھیوں کو باندھا جاتا تھا اسی لئے اس درخت کو تاریخ کی کتابوں میں ہتھنی املی کہا گیا ہے، اس کا نام ہتھنی املی کا درخت رکھا گیا تھا۔ اس مقام پر آج صرف شہیدوں کے مزارات کی نشانیاں ہیں جو زبان حال سے تاریخ کے المناک واقعات وحادثات کو بیان کرتی نظر آتی ہیں۔

حویلی کے جنوبی حصہ میں عالیشان مکانات اور ایک خوبصورت سی مسجد کو تعمیر کیا گیا تھا۔ آج بھی مسجد کے نشانات اور کچھ قدیم تعمیرات اس دور کی یاددلاتی ہیں۔ مسجد کی تعمیر جدید ہوگئی اور وہاں پانچوں وقت کی نمازیں ادا کی جاتی ہیں مگر مکانوں کے نشانات، رہائش گاہوں کی زیب وزینت اور تعمیرات کی کوئی بھی نشانی باقی نہ رہی۔ وقت کے ساتھ ساتھ سب کچھ بدل گیا۔ جس جگہ پر سترہویں صدی عیسوی کے نصف آخر تک لوگوں کی زندگیاں ناز ونعمت سے پرورش پا رہی تھیں آج وہاں خاک اڑتی دکھائی دیتی ہے اسے حالات کی ستم ظریفی کہیں یا وقت کا تقاضہ۔ کل جہاں پر ایک وسیع وعریض اور رفیع الشان حویلی ہوا کرتی تھی آج وہاں صرف مٹی کے ڈھیر نظر آتے ہیں۔ زمانے کے ساتھ ساتھ دنیا کا مزاج بدل جانا ایک دستور ہے۔ اور انقلابات اس دنیا کی اساس میں شامل ہیں۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ

ہوئے نامور بے نشاں کیسے کیسے
زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے

خانقاہ عالیہ مدار پاک میں جمادی المدار کے مہینے کی چھ تاریخ کو حضور مدارالعالمینؓ کے روضہ پر ''گل پوشی'' کی رسم کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ سید خان عالم میاں رحمۃ اللہ علیہ نے حویلی کی خواتین کو گل پوشی کی رسم دیکھنے کیلئے خانقاہ عالیہ سے متصل ایک مکان تعمیر کروایا تھا۔ حویلی کی خواتین اسی مکان سے گل پوشی کی رسم دیکھتی تھیں۔ یہ مکان اپنی قدیم صورت میں اب تک باقی رہا مگر اب ایک یا دو سال قبل ہی وہ مکان منہدم ہوگیا۔ اس مکان میں شیخ طریقت سید علی کوثر میاں رحمۃ اللہ علیہ کو میں نے رہتے ہوئے دیکھا۔ جب تاریخ میں اس مکان کے تعلق سے یہ پڑھا کہ اس کو سید خان عالم میاں نے تعمیر کروایا تھا تو اس کی حقیقت جاننے کیلئے اپنے بزرگوں سے رابطہ کیا تو عجیب

واقعہ سامنے آیا۔

جناب سید علی اختر رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ کو ایک رقعہ دکھایا جو نہایت بوسیدہ حالت میں تھا جس میں فارسی زبان میں اس مکان کے تعلق سے جو لکھا تھا اس کا مختصر خلاصہ لکھ رہا ہوں۔ جناب الحاج سید علی سرور میاں کے والد محترم یعنی منشی سید علی اختر رحمۃ اللہ علیہ کے دادا محترم ایک نہایت ہی خوبصورت بھینس خرید کر لائے تھے۔ سید خان عالم میاں رحمۃ اللہ علیہ نے اس بھینس کو دیکھ کر کہا کہ حضرت یہ نہایت خوبصورت ہے اس کی آنکھیں بھی نہایت حسین ہیں۔ تب منشی سید علی اختر صاحب کے دادا محترم نے کہا کہ حضرت یہ بھینس آپ کو پسند ہے آپ اسے لے لیجئے مگر جس مکان میں آپ بیٹھے ہیں یہ مکان مجھے پسند ہے تو یہ مجھ کو دے دیجئے۔ سید خان عالم میاں رحمۃ اللہ علیہ نے سودا منظور کر لیا اور اپنے ملازم کو حکم دیا کہ بھینس کو حویلی میں پہنچا دو اور ایک رقعہ لکھ کر دے دیا کہ آج کی تاریخ سے اس کان کل مالک ومختار آپ ہیں۔

حضرت سید خان عالم میاں رحمۃ اللہ علیہ حضور مدار العالمینؒ کی خانقاہ عالیہ کے اشغال ومراسم میں بھی بہت بڑا اعزاز حاصل تھا اسی لئے بٹھور کے پیشوا "ناناراؤ پارک" آپ کے دوست تھے۔ اور آپ پیشوا کے وکیل دعا بھی تھے۔ برٹش حکومت سے حاصل ہونے والی بہت سی املاک کو جو خانقاہ شریف کو دی گئی تھی آپ نے اپنی سادات برادری کا برابر کا حصہ دار بناتے ہوئے رقعات لکھے اور ساتھ ہی خانقاہ عالیہ کی رسومات میں زیادہ سے زیادہ حصہ دار بن کر خانقاہ کو سجاتے سنوارتے رہے۔

چنانچہ اس ضمن میں ایک قدیم تاریخی دستاویز سے یہ حاصل ہوا کہ آپ نے انگریزی حکومت سے مطالبات کرتے ہوئے خانقاہ عالیہ کے نام تمام تر حصولیات کو پوری سادات برادری کے نام کئے جانے کا فیصلہ کیا تھا۔

درج ذیل تاریخی دستاویز جو کہ فارسی زبان میں ہے، ہم اس کو ترجمے کے ساتھ یہاں درج کر رہے ہیں۔ ان واقعات وحالات سے میرا مقصد اسلاف پروری نہیں بلکہ دور حاضر کو آئینہ دکھانا ہے اور دنیا کو اس عظیم مجاہد آزادی کی قربانیوں سے دو چار کرانا ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

نقل بمطابق اصل

بگواھی نعمت خاں وشاہ غلام پیرو بالعبد محمد نعمت اللہ تحریر بتاریخ ہفتم ماہ مارچ ۱۸۲۸ء مطابق ہشتم شہر شعبان ۱۲۴۲ ہجری موافق دہم ماہ پھاگن ۱۲۳۴ فصل مایانکہ شاہ محمد نعمت اللہ عرف شاہ نتھا اولا د سید خواجہ فنصور وخواجہ طیفور ومحمد خانعالم اولا د سید خواجہ ارغون ساکنان مکن پور ایم چوں بخود ہا از قبل عملداری سرکار کمپنی انگریز بہادر ونیز در عملداری سرکار در ہر اشیاء مثل زر آمدنی میلہ وسالتمام وغیرہ قابض ومتصرف بودیم حالا باز باقرار صحیح باہر دو سعہ شاہ غلام پیر از روی دینداری خدا ورسول وحضرت شاہ مدار صاحب را درمیان دادہ کل آمدنی بمیان قوم سادات باجازت سید خانعالم برابر گردانیدیم ونوشتہ سید ہم کہ ہر اشیائیکہ از درگاہ وزمینداری شہر وبیرونی وغیرہ کہ لازمی از درگاہ باخود ہا نصفا نصف میگرفتہ باشتیم تو برخلاف قرار عیاں بنام کل برادران قوم سوای راستی وردستی درمیان آرد۔

نقل بمطابق

بگواہی نعمت خاں وشاہ غلام پیرو بالعبد محمد نعمت اللہ تحریر بتاریخ ۷ر مارچ ۱۸۲۸ء طابق ۸ر شعبان المعظم ۱۲۴۲ ہجری موافق ۱۰ ماہ پھاگن ۱۲۳۴ فصلی ہم لوگوں یعنی شاہ محمد نعمت اللہ عرف شاہ نتھا اولاد سید خواجہ فنصور وخواجہ سید طیفور وسید محمد خانعالم اولاد سید خواجہ ارغون رضی اللہ عنہ، مکن پور کے رہنے والے ہیں بذات خود عملداری سرکار کمپنی انگریز بہادر نیز عملداری سرکاری ہر چیز میں مثلاً میلے اور پورے سال کی آمدنی وغیرہ پر قابض ومتصرف ہوئے اب جبکہ صحیح اقرار نامہ ہر دو حضرات کے روبرو معہ شاہ غلام پیر از روئے دینداری خدا اور سول وحضرت شاہ مدار صاحب کو درمیان میں رکھ کر

کل آمدنی قوم سادات کے درمیان باجازت سید خان عالم برابر کردیا اور لکھ کر دیا ہر چیز جو کہ درگاہ اور شہر کی زمین اور باہر کی زمین وغیرہ جو کہ درگاہ کے ساتھ ملحق ہیں برابر برابر ہم لیتے ہیں اس قرارداد کے بعد کل برادر برابر راستی اور درستی درمیان میں رکھے۔

1857ء ہندوستان کی پہلی جنگ آزادی کا یہ عظیم مجاہد تاریخ کے اوراق میں ایسا کردار اور کارگزاری کو رقم کر گیا جس کو صبح قیامت تک بھلایا نہیں جاسکتا ہے۔

مکن پور شریف ویسے بھی ولی کامل شہنشاہ اولیائے کبار سید بدیع الدین قطب المدار رضی اللہ عنہ کی وہ پاکیزہ سرزمین ہے جہاں پر بڑے بڑے شہنشاہوں نے حاضری دیکر اور دامن پھیلا کر وہ سب کچھ حاصل کرلیا جو اور کہیں نہیں مل سکا۔ اکابرین اولیاء اللہ نے قطب المدار کے سلسلہ سے نسبت حاصل کرنے کو اپنی قسمت کی معراج قرار دیا ہے۔ روحانیت کی ایسی جلوہ گری یہاں ہے جس کو دیکھ کر اللہ کی خاص رحمتوں اور نعمتوں کا ورود قلب پر ہوتا چلا جاتا ہے۔ دوسری طرف اس ملک کی آزادی میں مکن پور شریف کے سادات کرام نے جو نمایاں کردار ادا کیا وہ بھی تاریخ کی پیشانی پر جلوہ گر ہے۔

مکن پور شریف میں تین انگریز بھائی رہتے تھے برٹش حکومت میں انہوں نے یہاں اپنی کوٹھی قائم کر رکھی تھی۔ میکسول برادرس (MAXWEL BROTHERS) کے نام سے ان کو جانا جاتا تھا۔ یہ تینوں بھائی یہاں نیل کی کھیتی کرتے تھے۔ درگاہ شریف کے شمال میں ان کی کوٹھی تھی کوٹھی کے کھنڈر بھی اب ختم ہوتے جارہے ہیں مگر چونے سے بنی ہوئی دیواروں کے کچھ نشانات اور کھنڈرات اب بھی باقی ہیں۔ اب وہاں پر ایک پورا محلہ آباد ہے مگر یہ محلہ اسی کوٹھی کی مناسبت سے "کوٹھی محلہ" کہلاتا ہے۔

1857ء غدر کا زمانہ انگریز حکومت کے ظلم وتشدد کے خلاف پورے ملک میں مظاہرے شروع ہوئے۔ دراصل برٹش حکومت نے ہندو اور مسلمان دونوں مذاہب کے لوگوں پر عجب قسم کا قانون نافذ کردیا۔ ہندوستان کے جو لوگ برطانوی فوجوں میں سپاہ گیری کے عہدوں پر ملازم تھے ان کو بندوق چلانے کیلئے جو کارتوس دیئے گئے ان کو منہ سے کھینچنا پڑتا تھا ان کارتوسوں میں گائے اور خنزیر کی چربی لگی ہوئی تھی۔ گائے کو ہندو مذہب کے لوگ اپنی ماں کا درجہ دیتے ہیں اور مسلمان مذہب کے لوگوں کیلئے خنزیر نجس العین ہے جس کے چھونے تک سے ناپاک ہوجاتے ہیں ۔اسی وجہ سے انگریز حکومت کے خلاف پورے ملک میں بغاوتیں اٹھ کھڑی ہوئیں۔ جب بغاوت کی یہ آگ مکن پور شریف پہنچی تو یہاں رہنے والے انگریزوں کیخلاف بھی لوگوں نے اشتعال انگیزیاں ظاہر کردیں اسی ضمن میں حضرت سید روح الاعظم میاں رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ ننھا میاںؒ نے پیٹر میکسول (PETER MAXWEL) کو گولی سے اڑادیا۔

یہ وہ وقت تھا جب شہید سید خان عالم رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے عزیز دوست بٹھور کے پیشوا نانا صاحب کے درمیان برطانوی حکومت کے خلاف خط وکتابت کا سلسلہ جاری تھا۔ ویسے تو پیشوا مراٹھوں کے راجاؤں کے یہاں وزیر کی حیثیت سے تھے مگر بعد میں پیشوا بازی راؤ کو مراٹھی حکومت میں سلطنت کرنے کا موقع ملا تھا۔ اور 1740ء سے 1761ء تک پوری 21 سال انہوں نے حکومت کی۔ انہیں پیشواؤں کی فہرست میں بازی راو دوئم نے 1827ء میں اپنے گود لئے ہوئے بیٹے کو پیشوا کا خطاب دیکر بٹھور میں بھیج دیا تھا۔ لارڈ ڈلہوزی نے پیشوا نانا راؤ کو آٹھ لاکھ روپیہ پینشن کا ملنے والا منسوخ کردیا تھا اور نانا صاحب انگریزی حکومت کے خلاف آوازیں بلند کرنے لگے تھے۔ اگرچہ انہوں نے ملک کے رہنما جناب عظیم اللہ خاں کے ذریعہ اس ناانصافی کی فریاد کو انگلینڈ تک پہنچایا تھا مگر عظیم اللہ خاں کی آواز کو دبادیا گیا تھا۔ پیشوا نانا راؤ بٹھور سے ہر ہفتہ مکن پور شریف آتے اور مدار پاک کی خانقاہ میں حاضری دیکر دعائیں کرتے تھے۔ پیشوا نانا راؤ کے وکیل دعا اور دوست سید خان عالم میاں تھے جو مکن پور شریف

میں پیشوا نانا راؤ کی مکمل ضیافت کا اہتمام بھی کرتے تھے۔

1857ء میں ملک بھر میں انگریز حکومت کے خلاف بغاوتیں چل رہی تھیں۔ مکن پور شریف میں شہید سید روح الاعظم میاں رحمۃ اللہ علیہ نے پیٹر میکسویل کو گولی سے اڑا دیا تھا۔ ان سب حالات سے متاثر ہو کر سید خان عالم میاں نے گوری سرکار کے خلاف ایک خط اپنے دوست پیشوا نانا راؤ کو روانہ کیا۔ مگر ملک سے غداری کرنے والوں کی کمی نہ تھی اور تمیز الدین، جھبو غلام، چھیدا، اور اعظم ان چار لوگوں نے برطانوی حکومت کے حکمرانوں کے کانوں میں سرگوشیاں کرتے ہوئے اس خط کو گوری سرکار کے حوالے کروا دیا۔ پھر کیا تھا برٹش حکومت کی توپوں کے منہ اس چھوٹی سی آبادی کی طرف گھوم گئے اور انگریز حکمرانوں نے ظلم وتشدد کے ایسے پہاڑ توڑے کہ بہت زمانے تک یہ آبادی اقتصادی اور معاشی بدحالی کا شکار رہی۔ ان چاروں غداروں کو انگریز حکومت سے انعامات کے طور پر کچھ رقبے زمینوں کے دیئے گئے تھے جو بعد میں نیلام کر دیئے گئے۔

انگریزی حکمرانوں نے بڑی بے رحمی سے شہید سید روح الاعظم میاں اور شاہ ننھا میاں کو توپ سے اڑا دیا۔ شہید سید خان عالم میاں کی پوری حویلی کو مسمار کر دیا گیا وہاں موجود لائبریری میں آگ لگا دی گئی جس سے ساری کتابیں جل کر راکھ ہو گئیں۔ سب سے بڑا ظلم یہ کیا کہ سید خان عالم کے خاندان کے لوگوں میں سے 30 افراد کو ہتھنی املی میں پھانسی پر لٹکا دیا گیا۔ آج ان تیس لوگوں کی قبروں نے نشان اپنی بے گناہی اور ملک پر جان قربان کر دینے کی داستان کو زبان حال سے بیان کرتے نظر آتے ہیں۔ سید روح الاعظم میاں کا مزار شریف درگاہ کے شمالی پھاٹک پر اور شاہ ننھا میاں کا مزار درگاہ کے جنوبی پھاٹک پر موجود ہے۔ سید خان عالم میاں کی حویلی اور تمام املاک کو لوٹ لیا گیا اور ان کے اہل خانہ کو بڑی بے رحمی سے حویلی سے نکال دیا گیا۔ اس طرح حویلی پر برٹش حکومت کا قبضہ ہو گیا۔

تاریخی دستاویزوں میں ملتا ہے کہ انگریز حکومت نے شہید سید خان عالم میاں کی حویلی کو نیلام کر دیا تھا۔ سید خان عالم میاں نے اپنے کچھ مجاہدین آزادی یعنی ہمنوا ساتھیوں کے ساتھ انگریزی ظلم وبربریت کے خلاف احتجاج کیا جس کی وجہ سے آپ کے جسم پر شدید زخم لگے۔ تاریخ میں لکھا ہے کہ پہلی جنگ آزادی ناکام ہونے پر پیشوا نانا راؤ بٹھور سے کہاں چلے گئے کچھ پتہ نہ چل سکا اور ان کے انتقال کی خبر ملی جو کہ صرف 35 برس کی عمر میں ان کا انتقال ہو گیا یعنی 24 دسمبر 1859ء کو کسی نامعلوم مقام پر سید خان عالم میاں شدید زخمی حالت میں اپنے حلقہ ارادت میں الور کے مقام پر پہنچ گئے۔ وہاں سے انہوں نے اپنے خون سے ایک خط مکن پور شریف کیلئے روانہ کیا تھا۔

خون سے لکھے اس خط میں جو المناک حادثات بیان کئے گئے تھے ان کو پڑھ کر روح تک کانپ جائے۔ عرصہ دراز تک ہمارے بزرگوں کے پاس وہ خط محفوظ رہا اور اپنے بزرگوں سے ان واقعات وحادثات کی تاریخ بھی خوب سنی تھی۔ مگر افسوس وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان تاریخی دستاویزوں کی زیارت سے محروم رہا۔

یہ الگ بات ہے کہ پہلی جنگ آزادی 1857ء کے شہیدوں کو بھلا دیا گیا۔ اس جنگ کی ناکامی کے ساتھ ہی ملک کے لوگوں نے ان احسانوں کو فراموش کر دیا جن احسانات کے صدقے ٹھیک 90 سال کے بعد یعنی 1947ء میں انگریزوں کو یہ ملک چھوڑ کر جانا پڑا تھا اور ہندوستان غیر ملکی استبداد کے شکنجے سے آزاد ہو گیا تھا۔ مگر جب جب ملک کی آزادی کی تاریخ رقم کی جائے گی تو یہ دنیا سید خان عالم میاں اور اہل مکن پور شریف کی قربانیوں کو یاد کرتی رہے گی۔ ہم ان شہیدان وطن کو اپنی وفاداریوں کا خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔

☆☆☆

پروانہ ردولوی

فرنگی اقتدار کے خلاف پہلی مصلح بغاوت کا ہیرو

بابا مجنون شاہ ملنگ مداری رحمۃ اللہ علیہ

مداریہ سلسلہ کے فقیروں اوسائی بائپنتھ کے سنیاسیوں نے اڑیسہ، بہار اور بنگال میں انگریزوں کے اقتدار کی چولیں ہلادیں!!

مغل سلطنت زوال پذیر تھی۔ ہندوستان پر انگریزوں کی گرفت روز بروز مضبوط ہوتی جارہی تھی اور ہندوستان کے باشعور طبقات پوری شدت کے ساتھ ایک طویل غلامی کی ان دستکوں کو سن رہے تھے جوان کے دروازوں پر دی جارہی تھیں۔ مگر جس طاقت کی بالا دستی اور غلامی کی زنجیروں کو وہ توڑنا چاہتے تھے اس کے مقابلہ میں ان کے پاس بہت کم وسائل تھے، اقتصادی بھی اور عسکری بھی۔ وسائل کے اس فقدان کو انہوں نے قربانی کے جوش اور جذبہ اور فداکاری کے عزم محکم سے دور کرنے کی کوشش کی جس کے نتیجہ میں غلامی کے اندھیروں میں حریت پسندوں کے سروں کے چراغ جل اٹھے اور دور دور تک روشنی پھیل گئی۔ ہندوستان کی آزادی کے لئے وقفہ وقفہ سے بہت سی تحریکیں اٹھیں۔ ان میں آبادی کے تمام طبقات اور فرقوں کے لوگوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ مگر آزادی کے بعد کچھ ایسی ہوا چلی کہ ع

"بیڑیاں ڈھونڈتی ہیں پاؤں وفاداروں کے"

جن لوگوں نے مادر وطن کی غلامی کی زنجیروں کو کاٹنے کے لئے اپنی چھاتیوں پر گولیاں کھائیں، اپنی گردنوں کو ہنسی خوشی پھانسی کے پھندوں میں ڈال دیا اور اپنا سب کچھ قربان کر دیا انہیں تو بھلا دیا گیا اور ان میں سے کچھ لوگوں کو غداروں کی صف تک میں لا کر کھڑا کر دیا گیا اور جو لوگ صرف ساحل سے طوفان کا نظارہ کر رہے تھے یا آزادی کی قدر و قیمت کو قربانی کی دھار پر نہیں پرکھ رہے تھے بلکہ مادی نفع و نقصان کی ترازو میں تول رہے تھے ان کو دیش بھگتی کے طاقتوں اور حریت پسندی کی شہ نشینوں کی زینت بنا دیا گیا۔

اور اب حالت یہ ہے کہ

ہر رگ دل میں کھٹکتے ہیں آلم دو پیکاں
درد کے ساتھ نگاہ غلط انداز بھی ہے

مگر تاریخ زندہ رہتی ہے

مفاد پرست سیاستدانوں اور نقلی دیش بھگتوں کے ذریعہ حق پرست مجاہدین آزادی کی خدمات اور قربانیوں کو فراموش کر دینے کے معنی بہر حال یہ نہیں ہو سکتے کہ ہندوستان کے عوام نے بھی ان کو فراموش کر دیا ہے اور مؤرخین بھی ان کو نظر انداز کر چکے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ ہندوستان کی تحریک آزادی کے تمام پہلوؤں پر اتنی زیادہ کتابیں لکھی جا چکی ہیں اور اتنا بڑا ذخیرہ ہر زبان میں جمع ہو چکا ہے کہ اصلی اور نقلی کی پہچان بھی باقی رہے گی اور تمام مجاہدین آزادی اور شہدائے راہ حریت کا کسی نہ کسی جہت سے ذکر بھی ہوتا ہی رہے گا۔

ہندوستان میں انگریزوں کیخلاف جو تحریکیں اٹھیں اور آج لگ بھگ فراموش کی جا چکی ہیں ان میں مسلم فقیروں کی بغاوت کو ایک نمایاں مرتبہ حاصل ہے۔ 1764ء میں جنگ بکسر کے بعد بنگال، بہار اور اڑیسہ پر انگریز پوری طرح سے مسلط ہو چکے تھے۔ بکسر کی جنگ کے بعد انگریزوں نے وہ لوٹ مار کی اور ظلم و ستم کا ایسا بازار گرم کیا کہ صرف بڑے زمینداروں ہی کو نہیں بلکہ بڑی تعداد میں مزدوروں، دستکاروں اور کسانوں کو بھی اپنے گھروں کو چھوڑ کر جنگلوں یا بیابانوں میں پناہ لینے پر مجبور ہونا پڑا تھا۔

پہلی بغاوت

عام طور پر 1857ء "غدر" کو ہندوستان کی پہلی جنگ آزادی کہا جاتا ہے لیکن یہ ایک بالکل غلط تصور ہے اور تاریخی طور پر اس دعوے کی کوئی مستند شہادت بھی نہیں پیش کی جا سکتی۔ تاریخ شاہد ہے کہ 1857ء کی جنگ آزادی سے بہت پہلے 1763ء ہی میں انگریزوں کے تسلط کے خلاف جنگ کے شعلے بھڑک اٹھے تھے اور یہ جنگ زمینداروں، تعلقہ داروں، یار جواڑوں نے نہیں بلکہ فقیروں اور سنیاسیوں نے شروع کی تھی۔ تمام تاریخی شواہد سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ظالم حملہ آوروں کے خلاف سب سے پہلے 1763ء میں بابا مجنوں شاہ نے علم بغاوت بلند کیا تھا جو مسلم فقیروں کے ایک قبیلہ کے قائد اور روحانی پیشوا تھے۔ آگے چل کر اس بغاوت میں ان کا ساتھ بابا بھوانی پاٹھک نے دیا تھا جو سنیاسیوں کے ایک پنتھ کے رہنما تھے۔ اور ان کی یہ بغاوت دو چار سال ہی کی بغاوت نہیں تھی بلکہ پورے 37 سال تک یعنی 1800ء تک جاری رہی تھی۔

علم بغاوت بلند کرنے والے فقیروں کا تعلق مداریہ سلسلہ سے تھا اور سنیاسیوں کا تعلق "سائی با" پنتھ سے تھا۔ اگرچہ پورے ملک میں ان کی کوئی باقاعدہ اور مربوط تنظیم موجود نہیں تھی مگر یہ فقیر اور سنیاسی گاؤں گاؤں جا کر لوگوں کو انگریزوں کے خلاف اکساتے تھے۔ عام ہندوستانیوں، مزدوروں اور کسانوں میں آزادی کا جذبہ ابھارتے تھے اور انہیں اپنے مذہب، اپنی ثقافت اور اپنی میراث کو بچانے کے لئے قربانیاں دینے پر آمادہ کرتے تھے۔ اس تحریک کے سب سے بڑے قائد تو بابا مجنوں شاہ تھے مگر ان کے خلفاء موسیٰ شاہ اور چراغ علی شاہ، بھوانی پاٹھک، دیوی چودھرانی، کرپاناتھ نور المحمد اور پیمبر وغیرہ نے بھی اس تحریک کی قیادت کی۔ جہاں تک بابا مجنوں شاہ کا تعلق ہے وہ زبردست تنظیمی صلاحیت کے مالک تھے۔ مشکل سے مشکل حالات میں بھی ہمت اور حوصلہ سے کام لیتے تھے اور انگریزوں کی ہر اعتبار سے بہتر اور برتر فوجوں سے بے جگری کے ساتھ مقابلہ کرنے میں بے مثال شجاعت کا مظاہرہ کرتے تھے۔ انہوں نے میکنزی کی زیر کمان انگریز فوج کو پے در پے کئی شرمناک ہزیمتوں سے دو چار کیا اور 1766ء میں تو میکنزی کو فیصلہ کن شکست تک دے دی۔ ایک اور جنگ میں انہوں نے 1769ء میں کمانڈر کیتھ کی فوج کو شرمناک شکست دی اور اس کا سر بھی قلم کیا۔

غداروں کا کردار

مجنوں شاہ کو زندہ یا مردہ گرفتار کرنے کے لئے انگریزوں نے اپنے جاسوسوں کے جال بچھا رکھے تھے۔ کئی غداران وطن اس سلسلہ میں انگریزوں کی پرخلوص مدد بھی کر رہے تھے مگر مجنوں شاہ انگریزوں کے لئے چھلاوہ بن گئے تھے۔ کئی بار وہ انگریزوں کے بچھائے ہوئے جال میں پھنس بھی گئے مگر غیب سے ان کی مدد ہوئی اور وہ تمام محاصروں کو توڑ کر نکل بھاگنے میں کامیاب ہو گئے۔ 1717ء میں مجنوں شاہ نے ایک مقابلہ میں لیفٹیننٹ ٹیلر کی فوج کو چھٹی کا دودھ یاد دلا دیا۔ انہوں نے پہلے تو اپنے مستان گڑھ کے قلعہ میں مورچہ بندی کی اور پھر وہاں سے وہ بہار پہنچ گئے جہاں کسانوں اور دستکاروں کا ایک بہت بڑا لشکر ان کے ساتھ ہو گیا۔ بابا مجنوں شاہ نے ناٹور کی رانی بھوانی کے پاس اپنے ایک قاصد کو بھیج کر ان سے اپیل کی کہ فرنگیوں کو ہندوستان سے نکالنے میں وہ ان کی مدد کریں مگر رانی بھوانی نے ان کا ساتھ نہیں دیا۔ رانی بھوانی کے اس حوصلہ شکن موقف کے باوجود بابا مجنوں شاہ مایوس نہیں ہوئے اور انہوں نے سنیاسیوں کو ساتھ لے کر فرنگیوں کے خلاف اپنے جہاد کو جاری رکھا۔ سچ تو یہ ہے کہ اب ان کے جذبہ جہاد میں زیادہ شدت آ گئی تھی اور وہ زیادہ بے جگری کے ساتھ انگریزوں کے خلاف نبرد آزما ہو گئے تھے۔ وسائل کی کمیوں کے باوجود 14 نومبر 1776ء کو انہوں نے فرنگیوں کو ایک اور زوردار اور شرمناک شکست دی۔ اس جنگ میں سیکڑوں فرنگی فوجی ہلاک ہوئے، میدان جنگ میں انگریز سپاہیوں کے کشتوں کے پشتے لگ گئے اور لیفٹیننٹ رابرٹسن بھی شدید

طور پر مجروح ہوا۔ دریں اثناء انگریزوں کے نمک خواروں نے فقیروں اور سنیاسیوں میں پھوٹ ڈال دی۔ ان کے درمیان مذہبی تعصب کو ہوا دے دی گئی اختلافات اتنے زیادہ بھڑک اٹھے کہ بابا مجنوں شاہ کی تحریک کمزور پڑنے لگی اور اس کے وجود کے لئے سنگین خطرات پیدا ہو گئے۔ اس کے باوجود بابا مجنوں شاہ نے ہمت نہیں ہاری۔ انہوں نے اختلاف کو ختم کرانے اور اتحاد و اتفاق کی فضا بحال کرنے کے لئے اپنی جدوجہد جاری رکھی۔ اس سلسلہ میں انہوں نے پورنیہ سے جمال پور تک، پورے شمالی بنگال کا دورہ کیا اور مجاہدوں کی از سر نو صف بندی کے لئے کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ مگر اب بابا مجنوں کو صرف فرنگیوں ہی سے خطرہ نہیں تھا بلکہ خود اپنے ہم وطنوں سے بھی خطرات پیدا ہو گئے تھے۔ مصلحت کا تقاضہ یہ تھا کہ وہ ایک مقام پر زیادہ دیر تک نہ ٹھہریں اسی لئے وہ ہمہ وقت سفر میں رہتے تھے اور اچانک کسی علاقہ میں نمودار ہو کر انگریزوں پر ٹوٹ پڑتے تھے۔ ایسا ہی ایک واقعہ 29 دسمبر 1786ء کو ہوا جب بابا مجنوں شاہ ضلع باگورہ کے ایک گاؤں مونگرا میں اچانک نمودار ہوئے۔ انہوں نے لیفٹیننٹ برینان (Lt. Brenan) کی فوج پر جس برق رفتاری سے حملہ کیا اس نے فرنگیوں کے ہاتھوں کے طوطے اڑا دیئے۔ اگرچہ مونگرا کی اس جنگ میں مجنوں شاہ زخمی ہو گئے تھے مگر دشمن کے خون میں نہائی ہوئی تلوار ہاتھ میں لئے ہوئے وہ آگے ہی بڑھتے رہے اور اپنے گھوڑے کو دوڑاتے ہوئے دشمن کی صفوں سے نکل کی ایک محفوظ مقام پر پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ مگر بابا مجنوں شاہ کے جسم پر جو زخم لگے تھے ان کا علاج نہ ہو سکا وہ دشمنوں کے حصار سے تو نکل آئے تھے لیکن زخموں سے جانبر نہ ہو سکے اور ایک گمنام گاؤں مکن پور میں انہوں نے آخری سانسیں لیں۔ ان کی شہادت نے فقیروں کی بغاوت کو اپنے عظیم ترین رہنما سے محروم کر دیا۔ ان کے بعد ان کے بھائی اور خلیفہ موسیٰ شاہ نے فرنگیوں کے خلاف اپنے بھائی کی شروع کی ہوئی جدوجہد کو جاری رکھا۔ بھوانی پاٹھک اور دیوی چودھرانی نے بھی 1787ء میں فرنگیوں پر حملے میں شدت پیدا کر دی اور بابا مجنوں شاہ کے دوسرے مریدوں بالخصوص فرغل شاہ اور چراغ علی شاہ نے بھی بغاوت کا پرچم بلند رکھا۔ میمن سنگھ اور رنگ پور میں (یہ علاقہ اب بنگلہ دیش میں ہے) انہوں نے فرنگیوں کو شدید ضربات لگائیں اور فقیروں کا ایک دستہ رمضانی شاہ اور ظہوری شاہ کی قیادت میں آسام کی جانب بھی روانہ ہو گیا تاکہ وہاں بھی فرنگی سپاہ کا ناطقہ بند کر دیا جائے۔ مگر اندرونی سازشوں اور اختلافات کے سبب ان کی آسام کی مہم بھی ناکام ہو گئی۔ اگرچہ انگریزوں نے فقیروں کی بغاوت کو اندر اور باہر سے کمزور بنانے کی کوششیں جاری رکھیں مگر بابا مجنوں شاہ کے سلسلہ کے فقیروں نے جیتے جی ہتھیار نہیں ڈالے۔ ان کے جاں نثاروں میں سبحان علی، عمودی شاہ اور مطیع اللہ نے فرنگیوں کے خلاف ہندوستانیوں کی صف بندی کی کوششیں جاری رکھیں اور چھاپہ مار جنگ کا سلسلہ بند نہیں کیا۔ مگر عمودی شاہ اور مطیع اللہ کو فرنگیوں نے شکست دے دی اور 1787ء میں سبحان علی کی سرگرمیوں کے علاقہ کا پتہ بھی لگا لیا۔

1799ء میں سبحان علی نے نیکو شاہ بدھو شاہ اور امام شاہ کی مدد سے ننگے اور بھوکے ہندوستانیوں کو فرنگیوں کے خلاف منظم کرنے کی ایک بے مثال کوشش کی۔ انہوں نے بوگورا کے گھنے جنگلوں میں اپنی پناہ گاہیں اور چھاؤنیاں بھی تعمیر کر لیں۔ مگر ایک جدید طرز کی فوج جس کے پاس اس دور کے جدید ترین ہتھیار تھے وہ تیروں، تلواروں اور نیزوں سے کب تک مقابلہ کر سکتے تھے اس کے باوجود سن 1799 سے سن 1800 تک وہ سخت سے سخت حالات میں بھی صرف قربانی کے جذبہ کو ہتھیار بنا کر فرنگیوں سے لڑتے رہے۔ آخر کار فرنگیوں کی جدید فوج نے انہیں چاروں طرف سے گھیر لیا اور آزادی کے ان متوالوں نے اپنے سروں کے نذرانے پیش کر کے حب الوطنی اور جاں فروشی کی ناقابل فراموش مثالیں قائم کر دیں۔

فرنگیوں کے خلاف ہندوستانیوں کی یہ پہلی مسلح بغاوت ناکام تو ہو گئی لیکن فقیروں اور سنیاسیوں کی اس ناکام بغاوت نے انیسویں اور بیسویں صدی کی دوسری تحریکوں کے لئے بہت سی نئی راہیں بھی کھول دیں جو بعد میں وہابیوں اور انقلابیوں کی تحریکوں کی شکل میں نمودار ہوئیں۔

☆☆☆

سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا

مولانا سید ازبر علی جعفری مداری

قارئین حضرات! ہمارا وطن عزیز ہندوستان سارے عالم میں جس کی انفرادیت اور ہمہ جہت خوبیوں پر پوری دنیا کی توجہ مرکوز ہے کیونکہ کشمیر کی سبز وحسین وادیوں سے کنیا کماری کی رونق ورعنائی تک پہاڑوں، وادیوں، آبشاروں اور سبزہ زار ریگزاروں سے سجا ہوا جنت نما ایک حسین سلسلہ جس کی گودی میں گنگ وجمن بیتوا، گومتی چنبل وساردا جیسی بل کھاتی اٹھلاتی ندیوں کی لہروں سے جس کا حسن اور بھی نمایاں ہے، جس کی چھاتی پر ہمسایۂ آسمان ہمالیہ پربت جس کی عظمت شان کا خطیب، تاج محل کے دودھیا نظاروں سے جو مزین، قطب مینار جس کی بلندی کا نشان، لال قلعہ کی فصیلیں جس کی قوت وطاقت کی داستان، پنک سٹی کی گلابی عکس کی کشش اجنتا اور ایلورا کی گپھائیں دارجلنگ کے پھیلے دامن میں پہاڑوں کی خوبصورتی پر چائے کے باغاتوں کا پرکیف منظر نینی تال کے حسن وجمال کی پرشبنم دلکشی کیرالہ کی خوبصورتی حسین مناظر کی دعوت دیتی ہے۔ ڈیوائی لینڈ، سینٹ میری، مجولی، پونمٹھورتھو، پازم، لکشدیپ، انڈومان نیکو بار شیپور جیسے ٹھنڈے مسحور کن اور دلکش جزائر سے مزین جھرنوں کے تبسم ریز نظارمس، سبک خرامی سے بل کھاتی اٹھلاتی لب ساحل پر موجوں کے حسین مناظر، سبزے سے لدے ہوئے میدانوں میں قسم قسم کے چرندوں، پرندوں اور بھانت بھانت کے پتنگوں اور تتلیوں سے رقص وسرود کے پرکیف نظارے جس کے باغوں میں کوئل کی مدھر اور سریلی آواز کیا کہنا گویا کہ کانوں میں رس گھولنے والی ساز، گنگا جمنا سرسوتی کا سنگم، جن وانس کی حیات، مرغ وماہی کی کائنات، مصر کے حسن وجمال کی جہاں بازار، چمبا، مسوری، ابو، گوواکوہ نور کی رونق ورعنائی، بلند وبالا ہرے بھرے خشک وسادے پہاڑوں کے دامنوں میں آباد شہر وقصبات وقریات پوری دنیا کی آنکھیں جس کی آنکھ پر شیدا، سراب بند اترتی دھوتی کی چمک سے منور، وسعت ریگستاں پر چاندنی کے نچھاور دودھیان خزانوں کا اسٹاک، گودی میں کھیلتی کودتی اچھلتی ہزاروں ندیوں کا پرکیف سماں، ہر جنس وفصل کو اگل دینے والی ارض جاں، سمندر کے ساحل پر آباد جنت نشاں، میرا ملک ہندوستاں، جس کی عزت وعظمت شوکت ووقار کی بلندی کی مثال پوری دنیا دینے سے قاصر ہے کیونکہ

میر عرب کو خوشبو آئی تھی جس جگہ سے
میرا وطن وہی ہے میرا وطن وہی ہے

اسی لئے شاعر مشرق نباض قوم یوں لب کشا ہوئے

سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہوا ہمارا
ہم بلبلیں ہیں اس کی یہ گلستاں ہمارا

کل بھی تھا اب بھی ہے کل بھی رہے گا۔ یہ الگ بات ہے کہ اس سونے کی چڑیا کو قفس میں بند کرنے کیلئے سیکڑوں صیاد آئے کسی نے قوت پرواز سلب کرنے کیلئے شہپر توڑے کسی نے اندھی بڑھیا بنانا چاہا تو اس چشم آہو سے کوہ نور جیسے ہیرے چھینے یہ اپنے پاؤں پر کھڑی نہ ہو اس کے پیر توڑنے کی کوشش کی مگر پوچھو ''نباتات کے نمو'' سے کہ اے وطن عزیز تیرے ماتھے پر نصیبے کی بلندی اور تقدیر کی ارجمندی کی جو بندیا چمک رہی ہے بتاؤ یہ چمک کس نے عطا کی؟ اور کون اس کی حفاظت کیلئے خون آشام بازاروں میں قتل ہوا؟ اپنے ملک کے نظم ونسق تعمیر وترقی کی خاطر کس کی چوڑیاں سہاگ کی چمک سے محروم ہوئیں؟ کس نے جوان بیٹوں کے خون سے ملک کی

مانگ میں سندور بھرا؟ تو تاریخ بند جواب دیگی وہ مسلمانان وطن کی آرزوئیں تھیں جو لاشوں کے ڈھیروں میں تبدیل ہوگئیں کیونکہ وہ مسلمان تھے اور مسلمان ہونے کی وجہ سے پہلے اپنے ملک کی عزت وعظمت کے محافظ ہیں کیونکہ مسلمانوں میں مشہور ہے کہ مسلمانوں کی جان ، فخر پیغمبران، کا فرمان عالیشان، ''حب الوطن من الایمان'' ہے۔اسی وجہ سے ہم اس کے پاسبان، اور آج بھی ہم اپنے ملک کی عصمت اور اس کے وقار کی تعمیرات پر تخریب کاری کو ترجیح نہیں دے سکتے ملک کی ہر سرحد وسیما کی اور اسکے ہر آئین ودستور کی حفاظت کیلئے ہم خنداں پیشانی کے ساتھ دار ورسن کو قبول کریں گے۔صلیب پر لٹکیں گے،گولیاں کھائیں گے، بمباری کو جھیلیں گے،توپوں کا مقابلہ کریں گے اس کی اخوت ومحبت کی زرخیز فصلوں پر دہشت گردی اور فرقہ پرستی کی ٹڈیاں نہیں اترنے دیں گے!!

سچ بتا اے وطن! اے مرے بہشت بریں جب جب تیری رگوں کے بہتے ہوئے لہو کی گردش پر فسادات کے بند باندھے گئے بند کو توڑنے کیلئے جوانوں کی ضرورت پڑی تو وہ کون جوان تھے جنہوں نے اپنی جان کی بازی لگا کر ان بندشوں سے آزاد کرایا؟ تیرے سرخ وگرم خون کے ہیموگلوبین پر تخریب کا عارضہ یرقان لاحق ہوا تو سچ بتا؟ صالح خون کا ایک ایک قطرہ تیری رگوں میں کس نے ڈالا؟ کس نے تیرے ماتھے کی بندیا کی حفاظت کی؟ اور کس نے تیرے سہاگ کی خاطر اپنی بیویوں کو بیوہ ہوتے دیکھا؟ کون تیرے سندور کی محافظت کی خاطر گولیوں سے بھونا گیا؟ کس نے تیری محبتوں میں صلیب ودار کو چوما،اس سوال پر پورے ملک کی حمیت وغیرت اور احسان مندی مٹی کا ایک ایک ذرہ پکار اٹھتا ہے کہ آزادی کی آواز اٹھائی تھی تمہیں نے اور ریشمی تحریک چلائی تھی تمہیں نے میرے سر عصمت سے جب موالی چادر حیا چھین رہے تھے میری عصمت وعزت پر جب درندہ صفت لوگوں کے پنجے بڑھ رہے تھے جب میری تعمیرات پر تخریب کاروں کی سازشیں اثر انداز ہورہی تھیں جب گوروں کے ظلم سے میرا بدن چھلنی ہونے لگا تو اس کی حفاظت کیلئے اور ظالموں کی سرکوبی کیلئے پہلے اگر کوئی میدان میں اترا ہے تو وہ قوم مسلم ہے اس قوم میں بھی سب سے پہلے یعنی 1767 میں سلسلہ عالیہ مداریہ کے فرزندوں نے ملنگوں، نے فقیروں نے، مریدوں نے، ملک کی آزادی کا سنگ بنیاد رکھا اور اس آزادی کے مجاہد اول اور انگریزوں سے پہلی جنگ کے ہیرو حضرت سیدنا بابا مجنوں شاہ مداری ملنگ اور ان کے خلفاء عیسیٰ شاہ، موسیٰ شاہ، چراغ علی شاہ وغیرہ تھے جنہوں نے سب سے پہلے آزادی کے قصر شاہی کی بنیاد رکھی اور ملک آزاد کرانے کی جو شکل مرتب کی اس میں بربادیوں کے قلم سے تباہیوں کے کاغذ پر اجڑی اور ویران بستیوں کی میز پر ظلم وبربریت کے اندھیرے میں آنکھوں کی روشنی نکال کر چھیتوں کے خون سے جو نقشہ بنایا گیا بس اسی نے میدان آزادی کے مجاہدوں کی راہ ہموار کردی اور اس نقشہ پر چل کر سب نے منزل مقصود کو پالیا۔اب جو پتھر دل تھے اور وطن کی آزادی انہیں اولاد سے زیادہ عزیز تھی تو انہوں نے آنکھوں کے سامنے بیٹوں کے ٹکڑے ہوتے ہوئے دیکھے، لاشوں پر چیل کوؤں کو اترتے دیکھا، نازک اجسام کو پامال ہوتے دیکھا، گولیوں کا استقبال کیا پھندوں کو چومتے ہوئے پیغام دیا کہ

اے وطن اے وطن ہم کو تیری قسم
تیری راہوں میں جاں تک لٹا جائیں گے
دل تو ہے چیز کیا تیرے قدموں پہ ہم
بھینٹ اپنے سروں کو چڑھا جائیں گے

اور چڑھا بھی دیئے مگر ملک کی غیرت وحمیت کو داغدار نہ ہونے دیا کتنے طوفان لائے گئے ہوں گے کتنے کوہائے مصائب توڑے گئے ہوں گے کتنی دولت سے تولنے کی وعدے ہوں گے مگر

عزائم ایسے کہ جھکتے نہیں مضبوط اتنے کہ چھنتے نہیں انمول اتنے کہ بکتے نہیں بلکہ اس خاک وطن سے یوں مخاطب رہے۔

تیری اک مشت خاک کے بدلے
لوں نہ ہرگز اگر بہشت ملے

ان کے جذبہ وفا اور جانثاری وفداکاری نے اس ملک کے ہاتھوں سے غلامی کی زنجیروں، اسیری کی بیڑیاں، کاٹ کر ملک کو آزاد کرادیا۔ ہم ان وفاداروں کی ہمت کو سلام کرتے ہیں اور اپنے اسلاف کے نقوش پا کو رہبر منزل سمجھتے ہوئے اپنے وطن کی عزت وآبرو اور اس کی حفاظت کا حلف اٹھاتے ہیں اور بلا تفریق رنگ ونسل ہم کسی سے بیر نہیں رکھتے کیونکہ

مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا
ہندی ہیں ہم وطن ہیں ہندوستاں ہمارا

رب کی بارگاہ میں التجا کرتا ہوں کہ یہ صرف کہنے سننے تک منحصر نہ ہو بلکہ

ہو مرے دم سے یونہی میرے وطن کی زینت
جس طرح پھول سے ہوتی ہے چمن کی زینت

منقبت شریف

از۔ خواجہ سید مصباح المراد

ہیں بندگی میں بڑے باکمال منظر علی
عبادتوں کا ہیں حسن وجمال منظر علی

ہیں برسیں جھوم کے تیری سخاوتیں اس پر
اٹھا ہے جب کوئی دست سوال منظر علی

بزرگی اور شرافت کو ناز ہے جس پر
ہیں پنجتن کے وہی نونہال منظر علی

نہ کیسے پھر بھلا روشن ہو میرا مستقبل
ہیں آپ جب میرے ماضی وحال منظر علی

لبوں پہ آپ کے اک دل نشیں تبسم تھا
ہوا ہے آپ کا جب انتقال منظر علی

نثار تم پہ ہے سو جان سے یہ جان حزیں
فدا ہے تم پہ دل پایمال منظر علی

خدارا کیجئے مصباح کے لئے بھی دعا
کہ اس پہ ہو کرم ذوالجلال منظر علی

مرثیہ

از۔ شہرت مکن پوری

کربلا میں اس طرح وعدہ وفا ہو جائے گا
دین پر شہ کا ہر اک بچہ فدا ہو جائے گا

دین کا پھر زندگی سے رابطہ ہو جائے گا
جسم سے شبیر کا جب سر جدا ہو جائے گا

اہل بیت مصطفےٰ کے پاک تلوے چوم کر
خلد کا ہم شکل دشت کربلا ہو جائے گا

بولیں زینب اپنے ماموں پر فدا ہو جاؤ تم
دودھ کا اے میرے بچو حق ادا ہو جائے گا

لیکے دیکھے تو کوئی اک بار دل سے حر کا نام
چاہے جتنا بے وفا ہو با وفا ہو جائے گا

جب بہے گا کربلا میں خون اہل بیت کا
مصطفےٰ کے دین کا گلشن ہرا ہو جائے گا

اپنے سینے میں بسائے جو غم شبیر کو
شہرت اس کا قلب مثل آئینہ ہو جائے گا

شاہ برادری اور جنگ آزادی

مولانا محمد عباس مصباحی
دارالعلوم جمشد ہ شاہی

ہمارے مادر وطن ہندوستان کی آزادی اور غیر ملکی اقتدار سے نجات حاصل کرنے کی تحریک اور جدوجہد میں علماء دین، سرفروش مجاہدین اور صاحب غیرت مسلمانوں کا قائدانہ سرفروشانہ کردار رہا ہے۔

ملک کی تاریخ سازی اور حصول آزادی میں مسلمانوں نے ایک عہد ساز کردار ادا کیا ہے اور ہند کے نگار خانے کو اپنے آئینہ دل سے سجایا ہے۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اسلام نے آزادی کو ایک نعمت قرار دیا ہے اور غلامی کو فکر وعمل کے لیے بدترین لعنت کہا ہے یہی وہ تصور رہا ہے جس نے جدوجہد آزادی کے دور میں دینی درس گاہوں کے علماء کو، خانقاہوں کے مشائخین کو، خلوص سے خاک نشینوں کو، بزم سخن سے اردو شاعری کو اور گھر کی چار دیواروں سے مسلمان خواتین کو اس معرکۂ جہاد میں لا کھڑا کیا۔ ان مجاہدین کے جذبۂ آزادی کی ترجمانی اردو کے مشہور شاعر اختر شیرانی نے یوں کی ہے:

عشق وآزادی بہارِ زیست کا سامان ہے
عشق میری جان آزادی میرا ایمان ہے
عشق پر کردوں فدا میں اپنی ساری زندگی
لیکن آزادی پہ میرا عشق بھی قربان ہے

چونکہ تحریک آزادی میں مسلمانوں کا قائدانہ کردار رہا ہے اورانہوں نے ہی سب سے پہلے آزادی کی شمع روشن کی ہے۔ انگریزوں کو ہندوستان سے بھگانے کے لئے پورے چودہ سال لگے 1760-74 تک یہ سلسلہ چلتا رہا جب لارڈ کلایو اور اس کے ساتھی دھیرے دھیرے بنگال کو نگلنے کی کوشش کررہے تھے تو سب سے پہلے فقیروں (جنھوں شاہ رعلوی کے نام سے جانا جاتا ہے) نے ان کے ناپاک عزائم کو ناکام بنانے کے لیے میدان جنگ نکل پڑے، افسوس ان کے پاس پہلے سے کوئی منصوبہ تھا اور نہ ہی انتظام تھا سولہواں صدی میں فوج میں اکثر فقیر لوگ بھرتی تھے جو جہاد میں حصہ لیا کرتے تھے۔

جب اکبر بادشاہ نے ''دین الٰہی'' کی بنیاد رکھی اور سنیاسن پنڈتوں کے ذریعے سادہ لوح مسلمانوں کو مرتد بنانے کی کوشش کرنے لگا تو سب سے پہلے اس کے خلاف میدان میں فقیر اترے تو اکبر نے ان کے خلاف پنڈتوں کو تیار کیا جو سنیاسن کی شکل میں تھے۔ ''احسان فانی'' نے دبستان میں لکھا ہے کہ اکبر بادشاہ نے یقین دلایا کہ برہمن ہندو فقیروں پر حملہ کرنا چاہتے ہیں تو آپ لوگ حملہ کیجئے مغلیہ سلطنت کوئی دخل اندازی نہیں کرے گی۔

پہاڑی قبائل اور سپاہیوں کی تحریک (1733ء) فقیروں کے مجنوں شاہ کی قیادت میں انگریزوں پر حملے (1776ء) سلسلہ 1822ء تک جاری رہا اور فقیر مسلح ہوکر ''کرم شاہ'' چراغ علی شاہ، مومن شاہ، وغیرہ کی قیادت میں انگریزوں کے لئے دردسر بنے رہے۔ کسان اور مزدور طبقہ کے لوگوں کا مکمل تعاون ملتا تھا کیونکہ انگریز من مانی کرتے تھے اور زبردستی اناج اور غلہ لے لی کرتے تھے کچھ کسان اور مزدور دارالسلطنت دہلی گئے تاکہ بادشاہ وقت تعاون کرسکے لیکن وہاں سے مایوس ہوکر لوٹنا پڑا پھر حضرت مجنوں شاہ اور آپ کے ساتھیوں نے سب سے پہلے انگریزوں کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور کسانوں کے حقوق کے لئے جان کی بازی لگانے کے لئے میدان میں آگئے۔

جب انگریز ایسٹ انڈیا کمپنی کے ذریعہ کافی منافع حاصل کئے تو ان کے ناپاک عزائم کافی بڑھ گئے اور یہ لوگ پورے

ہندوستان پر قبضہ کرنے کا خواب دیکھنے لگے اور حکومت کرنے کے لئے عملی کوشش بھی کرنے لگے تو سب سے پہلے کچھ غداروں کو اپنے ساتھ کیا تاکہ آسانی کے ساتھ پورے ہندوستان پر قبضہ کرنے کا راستہ ہموار ہوسکے اور کولکاتا اور بنگال پر قبضہ کرنے کے لئے خفیہ کوشش کئے اور بعد میں 1765ء میں پورے بنگال پر ان کا قبضہ ہوگیا اور سب سے پہلے گاؤں اور دیہات کے لوگوں پر اپنے ظالمانہ نظام کو نافذ کرنے لگے اور کسانوں کو اس بات پر مجبور کیا کہ وہ اپنا سارا اناج و غلے اور سامان انگریز تاجروں کے ہاتھوں ایسٹ انڈیا کمپنی کے طے کردہ داموں پر بیچیں اور اگر کوئی کسان کسی دوسرے کے ہاتھوں بیچتے ہوئے پکڑا جاتا تو اس کو دردناک اذیتیں دیتے تھے اور بعد میں جیل میں قید کردیتے تھے اور اس موقع پر انگریزوں سے لوگ ڈرنے لگے تھے اور دھیرے دھیرے اکثر لوگ خوف و دہشت کی وجہ سے ان کی فرمانبرداری کرنے لگے تھے تو اس موقع پر انگریزوں کے ظالمانہ، جابرانہ اور غاصبانہ حکومت اور جابرانہ و متشددانہ تسلط کے خلاف سب سے پہلے حضرت مجنوں شاہ علوی بدیعی علیہ الرحمہ (1733ء) (جو بنگال، اڑیسہ اور بہار کے مسلمانوں کے پیشوا تھے اور کافی لوگ ان کے ہاتھوں پر اسلام قبول کئے اور ہندو لوگ بھی ان سے کافی عقیدت رکھتے تھے) نے انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا اور تحریک آزادی کے سب سے پہلے قائد اعظم بن کر صرف فتویٰ ہی نہیں دیا بلکہ عملی میدان میں اترے اور آپ کے خلفاء حضرت چراغ علی شاہ، حضرت مومن شاہ، حضرت موسیٰ شاہ، حضرت ظہوری شاہ، حضرت فرغل شاہ اور مطیع اللہ شاہ علیہم الرحمہ اپنے پیر و مرشد کے شانہ بشانہ چل کر قدم سے قدم ملا کر تحریک آزادی میں پیش پیش رہے ہیں اور بہت سے لوگ اپنے اہل و عیال کے ساتھ وطن کی آزادی کے لئے لڑتے لڑتے شہید ہوگئے (اناللہ وانا الیہ راجعون)

1776ء سے لیکر 1822ء تک حضرت مجنوں شاہ علیہ الرحمہ تحریک آزادی کے پہلے مجاہد اور قائد بن کر انگریزوں کے خلاف پہاڑی علاقوں اور کسانوں کی تحریک آزادی کی قیادت فرماتے رہے اور انگریزوں کے خلاف جہاد کرنے کے لئے مختلف علاقوں میں قلعے اور مراکز قائم کئے تاکہ منظم طریقے سے انگریزوں کو واصل جہنم کیا جاسکے اور مستان گڑھ اور مدار گنج قلعہ و مرکز کو انگریزی کے خلاف جنگ کرنے کے لئے خصوصی طور پر بنائے گئے تھے اور حضرت مجنوں شاہ علیہ الرحمہ کے خلفاء نے پینتالیس سال تک بے سروسامانی کے عالم میں تحریک آزادی ہند کو زندہ رکھا۔ حضرت مجنوں شاہ علیہ الرحمہ اور اپنے ملک کو آزاد کروانے کیلئے سب سے پہلے میدان میں آئے۔ چنانچہ وکی پیڈیا لکھتا ہے کہ

Majnu shah was a sufi saint of Madaria order founded by Badiuddin Zindashah Madar his headquarter was at the shrine of tghe Shah Madar in Makanpur near Kanpur his first encounter with the British East India Company company on 1763

اور محمد عبدالرحیم قریشی صاحب ''جنگ آزادی کے چند اہم پہلو'' میں لکھتے ہیں کہ:

''عوامی سطح پر جنگ پلاسی کے بعد مزاحمت اور انگریزوں کے ساتھ پنجہ آزمائی کا ایک سلسلہ ملتا ہے۔ جس میں ہندو بھی ہیں اور مسلمان بھی، مسلمانوں میں علماء بھی ہیں اور عوام بھی۔ پہاڑی قبائل اور سپاہیوں کی تحریک (1733ء) فقیروں کے مجنوں شاہ کی قیادت میں انگریزوں پر حملے (1776ء) یہ سلسلہ 1822ء تک جاری رہا اور فقیر مسلح ہوکر کرم شاہ، چراغ علی شاہ، مومن شاہ وغیرہ کی قیادت میں انگریزوں کے لئے دردسر بنے رہے۔ فرائضی تحریک جس کو حاجی شریعت اللہ نے (1781) میں شروع کیا تھا 1860 تک جاری رہی یہ بنیادی طور پر کسانوں کی تحریک تھی جس

کی بہت بڑی اکثریت مسلم کسانوں پر مشتمل تھی۔

1857 کا غدر ہی عظیم ہندوستان کی پہلی جنگ آزادی نہیں ہے بلکہ اس غدر سے بہت پہلے 1763 میں ہی انگریزوں کے تسلط کے خلاف شعلے بھڑک اٹھے تھے اس عظیم تحریک کے سب سے بڑے قائد بابا مجنوں شاہ ملنگ مداری تھے مگر ان کے خلیفہ جناب موسیٰ شاہ مداری، چراغ علی شاہ، نور الحمد شاہ، رمضانی شاہ، ظہوری شاہ، سبحان علی شاہ، عموی شاہ، نیکو شاہ، امام علی شاہ، بدھو شاہ، پیر گل شاہ، مطیع اللہ شاہ وغیرہ نے چالیس پینتالیس برس تک اس تحریک آزادی کو چلایا ملک میں باضابطہ ان کی مربوط تنظیم نہ ہونے کے باوجود یہ فقیر لوگ گاؤں گاؤں جا کر لوگوں کو انگریزوں کے خلاف اکساتے تھے بابا مجنوں شاہ ایک زبردست تنظیمی صلاحیت کے مالک تھے وہ مشکل حالات میں بے مثال شجاعت کا مظاہرہ پیش کرتے تھے۔ انہوں نے میکینزی کی زیر کمان فوج کو پے در پے ہزیموں سے دوچار کیا اور 1766 میں فیصلہ کن شکست دی 2769 میں کمانڈر کیتھ کی فوج کو ذلت آمیز شکست دے کر اس کا سر قلم کر دیا۔ 1771 میں بابا مجنوں شاہ ملنگ نے اپنے مستان گڑھ کے قلعہ میں مورچہ بندی کر کے لیفٹیننٹ ٹیلر کی فوج کے چھکے چھڑا دیئے اور صوبہ بہار نکل گئے جہاں کسانوں اور دستکاروں کا ایک ہزار لشکر آپ کے ساتھ ہو گیا وجہ یہ تھی کہ دستکاروں اور کسانوں کو اپنا سارا مال انگریز سوداگروں کے ہاتھ بیچنا پڑتا تھا وہ بھی ایسٹ انڈیا کمپنی کے طے کئے گئے داموں پر اور جب کسان اچھے داموں پر کسی اور کے ہاتھ مال بیچتا ہوا پکڑا جاتا تھا تو اسے چابکوں سے مار مار کر جیل میں ڈال دیا جاتا تھا لہٰذا کسان اور دستکار مجنوں شاہ ملنگ کے مہم میں شامل ہو گئے۔ وسائل کی قلت کے باوجود 14 نومبر 1776 میں فرنگیوں کو ایک اور ذلت آمیز شکست دی جس میں لیفٹیننٹ برانسن شدید طور سے مجروح ہوا۔

جنگ آزادی کا پہلا مجاہد نقوش میوات 1992 کے اکتوبر کے شمارے سید پروفیسر محمد سلیم رقمطراز ہیں کہ نواب زادی عبد العلی نے جنرل ایسٹیاٹک سوسائٹی 1903 کے ایک شمارے میں مجنوں شاہ اور ان کے قلندر صفات فقراء کا حال اس طرح درج کیا ہے۔ یہ لوگ لمبے لمبے بال بڑھا لیتے ہیں رنگین کپڑے پہنتے ہیں لوہے کے چمٹے دست پناہ ہاتھوں میں رکھتے ہیں یہ لوگ عام طور پر کچے چاول گھی اور دودھ پر گزارہ کرتے ہیں گوشت اور مچھلی نہیں کھاتے اور شادی نہیں کرتے بلکہ نہنگ کہلاتیہیں۔ سفر میں ایک جھنڈا اٹھائے رکھتے ہیں جس پر مچھلی بنی ہوئی ہوتی ہے ہمیشہ ایک گروہ اور ایک دستے کی صورت میں سفر کرتے ہیں ان کا لقب برہنہ ہے۔ بصری سلسلے کی شاخ طیفور یہ سے ان کا تعلق ہے جس کو شاہ ہندوستان میں رائج کیا تھا۔

جب سارے بنگال پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا تو ان فقیروں نے انگریزوں کے خلاف جہاد شروع کر دیا دوران جنگ انہیں ایک مضبوط اور مستحکم جائے پناہ کی ضرورت کا احساس ہوا تو انہوں نے 1776 میں ضلع بوگرہ میں ایک مستحکم قلعہ تعمیر کیا اس کا نام مستان گڑھ رکھا کچھ دنوں کے بعد بوگرہ کے جنوب میں بارہ میل کے فاصلے پر مدار گنج کے نام سے ایک اور مستحکم مرکز قائم فرمایا بنگالی زبان کی قدیم مطبوعہ کتاب ''1861 بگرور بری تنا'' میں اس مرکز کا ذکر ہے اس کتاب کا مصنف ان مجاہدوں کے عجیب و غریب ہتھیار کا ذکر کرتا ہے جس کو وہ ''بھیلہ'' کہتا ہے اس کو گھما کر جب وہ پھینکتے تھے تو اس سے آگ برستی تھی لارڈ کلائیو جو اس وقت بنگال کا گورنر تھا اس نے ان جانباز مجاہدوں کو arabble of faqirs میں لکھا ہے۔

ایسٹ انڈیا کمپنی کے سپاہیوں کا ایک دستہ لیفٹیننٹ کیتھ کی ماتحتی میں ان مجاہدین کو زیر کرنے کیلئے بھیجا گیا لوزنگ کے قریب پہلی جھڑپ میں کیتھ مارا گیا اور اس کے تمام سپاہی بھی کھیت ہو گئے نومبر 1775 میں دیناج پور کا انگریزی سپروائیزر اپنی ایک رپورٹ میں لکھتا ہے کہ پانچ

ہزار مجاہدوں کا ایک لشکر صوبہ میں داخل ہو چکا ہے۔ فروری 1771 میں افسر سیاحت کپتان مینلر پورٹ کرتا ہے کہ اس علاقے میں مجنوں شاہ کے ہمراہیوں کا ایک بڑا گروہ موجود ہے غالباً ان کی تعداد ایک ہزار ہے۔ وہ بڑی حد تک مسلح ہیں وہ مغربی صوبوں سے ایک ماہ قبل آئے ہیں 22 فروری 1772 کو راج شاہی کے سپروائیزر نے کونسل کو اطلاع پہنچائی کہ مجنوں شاہ دو ہزار مسلمانوں کی سرکردگی میں یہاں نمودار ہو رہا ہے۔ 25 جنوری 1772 کو ناٹور کا سپروائیزر رپورٹ کرتا ہے کہ مجنوں شاہ کے لڑاکوں نے دیارام زمیندار سے 500 سو روپے وصول کئے اور جے سنگھ کی کچہری 1690 روپے وصول کئے سب افسران کی آمد پر کچہری چھوڑ کر بھاگ گئے ان کے پاس دو اونٹ چار سو بندوقیں چند خاص قسم کی بندوقیں ہیں یہ تقریباً ایک ہزار اسلحہ بردار لوگ ہیں مجنوں شاہ ایک تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہے بہت سے مریدین بھی گھوڑوں پر سوار اس کے ہمراہ رہتے تھے۔

جنگ آزادی کا پہلا مجاہد کون؟ 19 مارچ 1776 کو فرانس گلیڈ ون فرنگی سپہ سالار اطلاع دیتا ہے کہ مجنوں شاہ نے مجاہدین کا ایک بڑا گروہ ان اطراف میں جمع کر لیا ہے مستان گڑھ کے میلہ میں چواس مہینے کی بیس تاریخ کو ہوگا وہ حملہ کرنا چاہتا ہے گلیڈون نے کمپنی سے فوری امداد طلب کی۔ کمپنی نے کوئی امداد نہیں بھیجی اور لکھا کہ اگر وہ خود کو غیر محفوظ سمجھتا ہے تو خزانہ لیکر دیناجپور چلا جائے 24 مارچ کو گلیڈون نے پھر اطلاع بھیجی کہ مجنوں شاہ کے لڑاکوں نے مستان گڑھ کی مسجد پر عملاً قبضہ کر لیا ہے 22 اکتوبر 1772 کو گورنر جنرل وارن ہیسٹنگ نے خود صوبائی حکومت کو اطلاع دی کہ ایک نجی خط سے جو ابھی موصول ہوا ہے اطلاع ملی ہے کہ جنگجوؤں کی ایک مختصر سی جماعت غالباً دو سو افراد پر مشتمل مجنوں شاہ کی سرکردگی میں ظاہر ہوئی ہے اس شخص نے چند سالوں سے صوبہ کے امن میں خلل ڈال رکھا ہے۔ مجنوں شاہ اور ان کے رفقاء قلندر صفات بے لوث فقیر تھے وہ اپنے وطن عزیز کو ہر حال میں انگریزوں کے وجود سے پاک دیکھنا چاہتے تھے اس کے لئے وہ اپنی جان کی بازی لگائے ہوئے تھے۔ گلیڈون نے ان جانباز فقیروں سے جنگ کی تفصیل اس طرح بیان کی ہے لیفٹیننٹ رابرٹسن ان فقیروں کے خلاف جنگ کرنے کے لئے بہرامپور سے روانہ ہوئے بوگرا سے چار میل کے فاصلہ پر 14 نومبر 1776 کو ان لڑاکوؤں سے مقابلہ ہوا۔ وہ لکھتا ہے: میں نے کیمپ کل رات چھوڑ دیا ہے راتوں رات نو کوس چلنے کے بعد پو پھٹنے سے پہلے ہم مجنوں شاہ کے پڑاؤ کے پاس جا پہنچے ان کو ہماری آمد کی اطلاع نہیں تھی اس لئے وہ بے فکری میں الاؤ کے گرد آگ تاپ رہے تھے۔ ان کی تعداد تین سو کے قریب تھی ان کی چوکی کا پہرا اتنا خراب تھا کہ ہم ان کے قریب بیس گز کے فاصلے تک جا پہنچے۔ میں نے حملہ کا حکم دیا فقیر ایک گھاس کے جنگل میں جا گھسے جو ان کی پشت پر پندرہ گز کے فاصلے پر واقع تھا جہاں سے انہوں نے پھر جم کر مقابلہ کیا ہمارے کئی سپاہیوں کو زخمی کر دیا میری ٹانگ میں بھی ایک گولی لگی اچانک حملہ ہونے کے باوجود جس پامردی سے انہوں نے مقابلہ کیا وہ ناقابل بیان ہے۔ 1783ء میں مجنوں شاہ ملنگ کا مقابلہ بیگم بازار کے ریزیڈنٹ ہنری لاج سے ہوا۔ مارچ 1785 میں لیفٹیننٹ کرو نے بابا مجنوں شاہ سے مقابلہ کیا یہ مقابلہ مستان گڑھ کے پاس ہوا مجنوں شاہ کے مسلح لشکر کی تعداد چا سو کے قریب تھی اور دو سو افراد تلواروں اور ڈنڈوں سے مسلح تھے مقابلے میں انگریزی سپاہی زخمی ہو گئے کرو نے پسپائی اختیار کی۔ وطن عزیز کے اس جیالے کا انتقال ہو گیا۔ کچھ کتابوں میں ملتے ہیں 1786ء کے بعد ریکارڈ میں حضرت ابو طالب محمد مجنوں شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا نام نہیں ملتا ہے البتہ ان کے خلفائے مجاہدین میں سے حضرت

موسیٰ شاہ، چراغ علی شاہ اور سبحانی شاہ وغیرہ کا نام 1820ء تک ملتا ہے۔ انیسویں صدی کے پہلے عشرے کے اختتام تک یہ مجاہدین آزادی اپنے وطن کیلئے جنگ جاری رکھ سکے۔ 1810ء کے آخری ایام میں انگریزی فوجوں نے ان مجاہدین کا خاتمہ کر دیا حضرت مجنوں شاہ 1786 کے آخری دنوں میں زخمی ہوگئے اور 7 مارچ 1787ء کو دربار قطب المدار وطن عزیز میں انتقال ہوگیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ مکن پور شریف میں مزار مبارک ہے۔

ابر رحمت قبر پر تیری گہر باری کرے

حضرت مجنوں شاہ ملنگ مداری رحمۃ اللہ علیہ جنگ آزادی کے سب سے پہلے مجاہد ہیں جنہوں نے 1763ء سے 1787ء تک جنگ آزادی جاری رکھی آپ سلطان ٹیپو اور حاجی شریعت اللہ وغیرہ سے بہت پہلے کے ہیں مگر افسوس صد افسوس کہ جنگ آزادی کے اس پہلے مجاہد کو اپنوں نے ہی بھلا رکھا ہے آپ کے کچھ حالات دور انگریزی کی کچھ رپورٹوں اور بنگالیوں کی کچھ کتابوں میں ملتا ہے کچھ تفصیل گوگل پر ہے۔

حضرت موسیٰ شاہ رحمۃ اللہ تعالٰی کا مزار چھتیس گڑھ میں رتن پور میں مرجع خلائق ہے مختصر حالات کا ایک کتبہ مزار کے پاس نصب ہے اور مزید تفصیلات کیلئے مندرجہ ذیل کتابیں پڑھیں۔

(۱) نقوش میوات 1992 از: پروفیسر محمد سلیم

(۲) جنرل ایشیاٹک سوسائٹی 1903 از: نوای زادی عبدالعلی

(۳) ہفت روزہ نئی دنیا دہلی 1994 از: پروانہ ردولوی

(۴) ہسٹری فریڈم آف انڈیا از ولیم رچرڈ

(۵) سنیاسی اینڈ فقیرن مومنٹ از قلم گوش جے ایم

(۶) بگرو ربری تنظا بنگالی زبان مطبوعہ 1861

(۷) تذکرہ بانیان تاریخ آزاد ہند از: مولانا قیصر رضا حنفی دارالاسراف سدھارتھ نگر یوپی۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اگر غیر جانبدارانہ اور تاریخی دستاویز کی بنیاد پر دیکھا جائے تو سب سے پہلے شاہ برادری کے لوگوں نے ہندوستان کو آزاد کروانے کیلئے جہاد کا فتویٰ دیا اور تحریک آزادی ہند کو چھیڑا اور اپنے ملک کے انگریزوں کی غلامی سے نجات دلوانے کیلئے اپنے مسلم کسانوں بھائیوں کے حقوق کی بازیابی کیلئے اپنے جان و مال کو قربان کر دیا۔

جو شہید ہوئے ہیں ذرا یاد کروان کی قربانی
آنکھوں میں بھرلو پانی

شاہ برادری کے لوگوں اپنی برادری پر فخر کرنی چاہئے اور حکومت ہند کو چاہئے کہ حضرت مجنوں شاہ علیہ الرحمہ کے نام سے کوئی یادگار چیز بنوائے۔ کیونکہ سب سے پہلے آزادی کے لئے میدان جنگ میں اترنے والے حضرت مجنوں شاہ علیہ الرحمہ تھے آپ کی وجہ 1857ء کا انقلاب برپا ہوا جس کے روح رواں حضرت مفتی صدر الدین آزردہ، حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی، مفتی عنایت اللہ کاکوروی، حضرت علامہ فیض احمد فیض بدایونی رحمہم اللہ تھے۔

انقلاب 1857ء کو جنگ آزادی کے لئے بہت اہم مانا جاتا ہے کہ وہ تاریخ کا غیر جانبدارانہ مطالعہ کرنے کے بعد پتہ چلتا ہے کہ اس کو انقلاب 1857ء کو برپا کرنے والے کا نام حضرت علامہ شاہ احمد رحمۃ اللہ علیہ سرفہرست تھے جن کا تعلق شاہ برادری سے تھا چنانچہ تاریخ کی کتابوں میں آتا ہے جب حضرت مولانا احمد اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ ٹونک سے رخصت ہو کر گوالیار پہنچے یہاں ایک بزرگ محراب شاہ قلندر تھے یہ بھی شاہ برادری کے بزرگ تھے۔ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کے مشائخانہ اطوار نے آپ کے دل کو موہ لیا۔ یہ قلندر صاحب بھی عجیب تھے دنیا و مافیہا سے بے خبر، مگر راہ و رسم انقلاب سے باخبر۔ ظالم فرنگی کے دشمن اور استخلاصِ وطن کے دلدادہ۔

مولانا احمد اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے قلندر صاحب کے حلقۂ ارادت میں داخل ہونا چاہا تو داخلہ کی شرط یہ تھی کہ جہاد کی سوکھی رگوں میں تازہ خون دوڑائیں گے اور وطن عزیز کو انگریزوں سے نجات دلائیں گے۔ شاہ صاحب نے بسر وچشم یہ شرط منظور کی اور سلسلہ بدیعیہ اور قادریہ میں آپ سے بیعت ہوکر خرقۂ خلافت حاصل کرلیا۔ پھر آپ آگرہ میں قیام پذیر ہوکر مشائخ عظام، علماء کرام، عوام اور فوجیوں کو انگریزوں کے خلاف جہاد کرنے کیلئے تیار کرنے لگے اور عسکری تربیت بھی دینے لگے اس طرح 1857ء کا زبردست انقلاب برپا ہوا جس کے نتیجے میں ان دونوں انقلابوں کے بعد 1947 کو ہمارے ملک کو آزادی ملی۔

جب 1857ء کا انقلاب ناکام ہوا تھا تو انگریز ہندوستان پر ناجائز قبضہ کرنے کے بعد سب سے پہلے ''شاہ برادری'' کے لوگوں کو اپنے ظلم وستم کا نشانہ بنائے ان کی زمین وجائیداد پر قبضہ کرلئے ان کو شہید کردینے اور ان کے کتب خانوں کو لوٹ لیے اور ان کے خلاف منفی پروپگنڈے کرکے، فکری، جسمانی، سماجی، تعلیمی استحصال کرکے پسماندہ طبقات میں لاکر کھڑا کردیئے۔

قارئین کرام! ہمیں ان بزرگوں کی قربانیوں کو خراج عقیدت پیش کرنے کیلئے ان کے نام سے مدارس، ادارے اور تنظیموں کا نام رکھنا چاہئے اور ہمیشہ دل میں ان کو جگہ دینا چاہئے۔

ایک مزاحیہ نظم

ہم لوگ اہنساوادی ہیں

الحاج سید مرتضیٰ حسین رہبر

دریوزہ گر آزادی ہیں
اور حامل صد بربادی ہیں
ہم لوگ اہنسا وادی ہیں

ہے جور و جفا اپنا پیشہ
ہنگامہ پسندی ہے شیوہ
لیکن ہے زبانی یہ دعویٰ
ہم نہرو ہیں ہم گاندھی
ہم لوگ اہنسا وادی ہیں

اک شوخ حسینہ زیر بغل
اور جیب میں وسکی کی بوتل
ہو جائے نہ کیوں ہر کام سپھل
جب تن پر پہنے کھادی ہیں
ہم لوگ اہنسا وادی ہیں

استاد کہے انگریز ہمیں
دیکھے تو ڈرے چنگیز ہمیں
ٹھرّے سے تو ہے پرہیز ہمیں
افیون کے لیکن عادی ہیں
ہم لوگ اہنسا وادی ہیں

جھگڑا ہو جہاں جاتے ہی نہیں
کچھ منہ سے فرماتے ہی نہیں
وہ چیزیں ہم کھاتے ہی نہیں
جو چیزیں مضر ہیں بادی ہیں
ہم لوگ اہنسا وادی ہیں

جب ہند اور پاکستان بٹا
اک شاعر چور وہاں پہنچا
اک بزم سخن میں یوں بولا
ہم شاد عظیم آبادی ہیں
ہم لوگ اہنسا وادی ہیں

جنگ آزادی کا مجاہد اعظم

شہید علامہ فضل حق چشتی خیر آبادی

مولانا سید محمد انتساب حسین قدیری مراد آباد شریف

جنگ آزادی کا جب جب ذکر آتا ہے تو ایک نام تمام علماء اہل سنت وعوام اہل سنت کا سر فخر سے اونچا کر دیتا ہے اور وہ نام ہے مجاہد اعظم جنگ آزادی سیدنا امام اہل سنت حضرت علامہ فضل حق شہید چشتی خیر آبادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا۔ علامہ فضل حق چشتی خیر آبادی 1897ء کو خیر آباد شریف اتر پردیش کے علاقہ میں پیدا ہوئے اور وہیں تعلیم حاصل فرمائی۔ اپنے وقت میں منطق وفلسفہ کے امام کہلائے اور جنگ آزادی کے ساتھ ساتھ وہابیت کے خلاف جنگ کے آغاز کا سہرا بھی آپ ہی کے سر جاتا ہے۔

آپ کے والد ماجد مولانا فضل امام خیر آبادی علیہ الرحمہ (وفات 1244ھ/1829ء) بھی اپنے وقت کے عظیم عالم شمار کئے جاتے تھے اور مرجع العلماء تھے۔

حضور علامہ فضل حق چشتی خیر آبادی لکھنؤ میں قاضی القضاۃ تھے۔ وہاں سے آپ دہلی تشریف لے گئے۔ انگریزوں کے جاسوس گوری شنکر نے 28 اگست 1857ء کی رپورٹ میں لکھا ہے کہ:

"مولوی فضل حق جب سے دہلی آیا ہے شہریوں اور فوج کو انگریزوں کے خلاف اُکسانے میں مصروف ہے"۔

علامہ فضل حق چشتی خیر آبادی نے جنگ آزادی میں انگریزوں کے عزائم بھانپ لئے تھے۔ جامع مسجد دہلی میں نماز جمعہ کے بعد علماء کے سامنے تقریر فرمائی اور اپنا فتویٰ پیش فرمایا جس میں انگریزوں کے خلاف جہاد کے لیے کہا گیا تھا۔ جہاد کے اس فتوے پر علامہ عبد القادر بدایونی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ودیگر علماء کرام نے بھی دستخط فرمائے۔ اس فتوے کے جاری ہوتے ہی ہندوستان بھر میں انگریز کے خلاف ایک عظیم لہر دوڑ گئی اور گلی گلی شہر شہر ایسا ماحول پیدا ہوگیا کہ انگریز حکومت کی چولیں ہل گئیں۔ مگر دنیا جانتی ہے کہ انگریز بڑا مکار اور خبیث ہوتا ہے تو اس نے مکاری دکھاتے ہوئے بڑے بڑے نام والے مولویوں کو خریدنا شروع کیا جس میں ایک نام اسماعیل دہلوی کا بھی ہے اس کے عقائد باطلہ پر بھی حضور فضل حق چشتی خیر آبادی نے اس سے مناظرہ فرمایا اور اس کے کفریات کو اُجاگر فرماتے ہوئے ایک عظیم الشان فتویٰ تحریر فرمایا جو آج "تحقیق الفتویٰ" کے نام سے دنیا کے سامنے ہے۔ بڑے بڑے لوگوں کو خرید کر اور ڈرا دھمکا کر بے شمار لوگوں کو قتل کرنے کے بعد انگریز نے 1857 کی تحریک آزادی کو کافی حد تک ہلکا تو کر دیا تھا مگر حضرت علامہ فضل حق چشتی خیر آبادی نے جنگ آزادی کا سنگ بنیاد رکھ دیا تھا۔ دہلی پر انگریزوں کا قبضہ ہونے کے بعد کسی طرح یہاں سے نکل کر علامہ فضل حق چشتی خیر آبادی اودھ پہنچے۔ جنوری 1859ء میں آپ کے خلاف بغاوت کا مقدمہ چلا اور آپ کو کالا پانی کی سزا ہوئی۔ آپ نے اپنا مقدمہ خود لڑا اور کورٹ میں ارشاد فرمایا کہ: "جہاد کا فتویٰ میرا لکھا ہوا ہے اور میں آج بھی اس فتوے پر قائم ہوں"۔

1857ء کی جنگ آزادی ناکام ہونے کے بعد ان کو انگریز نے قید کر دیا۔ آپ کے بیٹے حضرت عبد الحق خیر آبادی آپ کو آزاد کرانے کیلئے پورٹ بلیئر پر 13 فروری 1861ء کو پہنچے لیکن بہت دیر ہو چکی تھی کیونکہ حضور علامہ فضل حق خیر آبادی کو پہلے ہی 12 فروری کو پھانسی دیدی گئی تھی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ رب قدیر جل مجدہ بطفیل حبیب رشید ونذیر علیہ الصلوۃ والتسلیم ہمیں جنگ آزادی کے اس مجاہد اعظم کا صدقہ عطا فرمائے اور ہمیں بھی اپنے دین وملک پر مر مٹنے کا جذبہ عطا فرمائے۔

☆☆☆

مجاہدین وطن کے کچھ گمشدہ چہرے

مولانا سید محمد توثیق منصف مصباحی

آزادی کا نام سنتے ہی ہمارے ذہن وفکر میں ہندوستان کا وہ نقشہ گردش کرنے لگتا ہے جس کی یاد آتے ہی روح کانپ جاتی ہے۔

وہ قید وبند کی صعوبتیں، وہ لوٹاماری، وہ خون خرابہ، بے گناہ دیش واسیوں کو پھانسی پر چڑھا دینا ایک ایسا ظلم ماحول جس کی یاد آتی ہے آنکھوں بے ساختہ اشکبار ہوجاتی ہیں لیکن پھرایک ایسا وقت آیا جس نے ان ظالموں کی کایہ پلٹ کرر کھ دی۔ ہمارے ملک کے جانباز سپاہی کھڑے ہوئے جنھوں نے اپنی جان کی بازی لگا کر ان گوروں کو اس ملک سے بھاگنے پر مجبور کردیا۔ ایسے جانباز جن کی قربانیوں کے صدقے میں آج ہم 71 ویں جشن یوم آزادی منا رہے ہیں انہیں مجاہدین وطن میں کچھ ایسے لوگ بھی تھے جن کو آج تاریخ بھلا دینا چاہتی ہے جن کی قربانیاں آب زر سے لکھنے کے لائق ہیں افسوس صد افسوس ان کی قربانیوں کے تذکروں سے تاریخ آزادی کے اوراق خالی نظر آتے ہیں جن کو انگریزوں نے تو برٹش حکومت کا باغی اور زبردست دشمن مانا اور لکھا مگر ہندوستانی رائٹرس ان کے نام پر نہ جانیں کیوں پردہ ڈالنے کی کوشش کررہے ہیں؟ انہیں ناموں میں ایک نام ہے حضرت بابا مجنوں شاہ ملنگ مداری کا جنھوں نے 1763ء میں اپنے لوگوں کے ساتھ مل کر فرنگی سرکار سے وطن کی آزادی کے لئے جنگ کی یہ کون ہیں؟ آیئے جانتے ہیں مجنوں شاہ ملنگ مداری کا مختصر تعارف۔

نقوش میوات 1992ء کے اکتوبر کے شمارے میں پروفیسر سید محمد سلیم رقمطراز ہیں کہ:

''نواب زادی عبدالعلی نے جنرل ایشیاٹک سوسائٹی 1903 کے شمارے میں بابا مجنوں شاہ اوران کے قلندر صفات فقراء کا حال اس طرح درج کیا ہے۔ یہ لوگ لمبے لمبے بال بڑھا لیتے ہیں رنگین کپڑے پہنتے ہیں لوہے کے چمٹے دست پناہ ہاتھوں میں رکھتے ہیں یہ لوگ عام طور پر کچے چاول گھی اور دودھ پر گزارہ کرتے ہیں گوشت اور مچھلی نہیں کھاتے اور شادی نہیں کرتے بلکہ نہنگ کہلاتےہیں۔ سفر میں ایک جھنڈا اٹھائے رہتے ہیں جس پر مچھلی بنی ہوئی ہوتی ہے ہمیشہ ایک گروہ اور ایک دستے کی صورت میں سفر کرتے ہیں ان کا لقب برہنہ ہے۔ بصری سلسلے کی شاخ طیفوریہ (مداریہ) سے ان کا تعلق ہے جس کو شاہ مدار نے ہندوستان میں رائج کیا تھا۔ عوامی سطح پر جنگ پالیسی کے بعد مزاحمت اور انگریزوں کے ساتھ پنجہ آزمائی کا ایک سلسلہ ملتا ہے جس میں ہندو بھی ہیں مسلمان بھی۔ اور مسلمانوں میں علماء بھی ہیں اور عوام بھی پہاڑی قبائل اور سپاہیوں کی تحریک 1733ء فقیروں کے مجنوں شاہ ملنگ مداری کی قیادت میں انگریزوں پر حملے 1776ء یہ سلسلہ 1822ء تک جاری رہا اور فقیر مصلح ہوکر کرم علی شاہ مداری، چراغ علی شاہ مداری، مومن شاہ مداری وغیرہ کی قیادت میں انگریزوں کے لئے دردسر رہے۔ فرائض تحریک جس کو حاجی شریعت اللہ نے 1781ء میں شروع کیا تھا 1860ء تک جاری رہی یہ بنیادی طور پر کسانوں کی تحریک تھی جس کو جاگ اٹھا کسان کے نام سے بھی یاد

کیا جاتا ہے۔ جس کی بہت بڑی اکثریت مسلم کسانوں پر مشتمل تھی۔ اس سے متاثر تیتو نظام کی 1831ء کی تحریک ہے جس کو کھیت مزدوری اور چھوٹے کسانوں سے قوت ملی تھی"۔

(جنگ آزادی کے اہم پہلو از۔ عبدالرحیم قریشی)

حضرت بابا مجنوں شاہ ملنگ مداری کو جنگ آزادی کا پہلا ہیرو بھی کہا جاتا ہے یعنی ایسٹ انڈیا کمپنی کی فوج سے آزادی ہند کے لئے سب سے پہلے آپ نے ہی جنگ لڑی اور ملک واسیوں کے دلوں میں آزادی کی شمع روشن کی۔ دور حاضر کے ایک محقق قلمکار پروانہ ردولوی نے ہفت روزہ نئی دنیا میں اس حقیقت پر 1994ء اگست 16 تا 22 دہلی کا 1857 پر بہتر روشنی ڈالی ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

غدر ہی عظیم ہندوستان کی پہلی جنگ آزادی نہیں ہے بلکہ اس غدر سے پہلے ہی انگریزوں کے تسلط کے خلاف 1763ء میں شعلے بھڑک اٹھے تھے اس عظیم تحریک کے سب سے بڑے قائد بابا مجنوں شاہ ملنگ مداری تھے۔ ان کے خلیفہ جناب موسیٰ شاہ مداری، چراغ علی شاہ مداری، نورالحمد شاہ مداری، رمضانی شاہ مداری، ظہوری شاہ مداری، سبحان علی شاہ مداری، عموی شاہ مداری، نیکو شاہ مداری، امام علی شاہ مداری، بدھو شاہ، پیر گل شاہ، مطیع اللہ شاہ وغیرہ نے چالیس پینتالیس سال تک اس تحریک آزادی کو چلایا ملک میں باضابطہ ان کی مربوط تنظیم نہ ہونے کے باوجود یہ فقیر گاؤں گاؤں جا کر لوگوں کو انگریزوں کے خلاف اکساتے تھے۔

بابا مجنوں شاہ ایک زبردست تنظیمی صلاحیت کے مالک تھے وہ مشکل حالات میں بے مثال شجاعت کا مظاہرہ پیش کرتے تھے۔ انہوں نے میکینزی کی زیر کمان فوج کو پے در پے ہزیمتوں سے دوچار کیا۔ 1769ء میں فیصلہ کن شکست دی۔ کمانڈر کیتھ کی فوج کو ذلت آمیز شکست دی اور اس کا سر قلم کر دیا۔ 1766 میں بابا مجنوں شاہ ملنگ نے اپنے مستان گڑھ کے قلعہ میں مورچہ بندی کی اور لیفٹیننٹ ٹیلر کی فوج کے چھکے چھڑا دئے اور صوبہ بہار نکل گئے۔ جہاں کسانوں اور دستکاروں کا ایک ہزار کا لشکر ایک ساتھ ہو گیا۔ وجہ یہ تھی کہ دستکاروں اور کسانوں کو اپنا سارا مال انگریز سوداگروں کے ہاتھ بیچنا پڑتا تھا وہ بھی ایسٹ انڈیا کمپنی کے طے کئے داموں پر اور جب کوئی کسان اچھے داموں پر کسی اور کے ہاتھ مال بیچتا ہوا پکڑا جاتا تھا تو اسے چابکوں سے مار مار کر جیل میں ڈال دیا جاتا تھا لہٰذا کسان اور دستکار بابا کے ساتھ شامل ہو گئے۔

14 نومبر 1776ء میں وسائل کی قلت کے باوجود بابا مجنوں شاہ نے فرنگیوں کو ایک اور شکست دی جس میں لیفٹیننٹ برارٹسن شدید طور سے زخمی ہوا۔ اور اسی طرح حضرت بابا مجنوں شاہ ملنگ مداری اپنے وطن کی آزادی کے لئے انگریزی حکومت سے لڑتے رہے یہاں تک کہ بلند شہر میں 29 دسمبر 1786ء کو دشمن کی گولیوں کا شکار ہوئے زخمی ہو کر اپنے مرکز "مکن پور شریف" چلے آئے یہاں تین انگریز بھائی رہتے تھے وہ نیل بوتے تھے اور ان کی بہت بڑی کوٹھی تھی جو آج موجود تو نہیں ہے مگر اس کے کچھ نشانات ہیں اور اس جگہ کو آج بھی کوٹھی کہا جاتا ہے۔ غرض بابا مجنوں شاہ ملنگ مداری انگریزوں کے سخت دشمن ہو چکے تھے انگریزوں کے وجود کو ٹھنڈی آنکھوں برداشت نہیں کرتے تھے۔ اپنے ہی مرکز میں تین انگریز بھائیوں کو دیکھ کر ان کے ضبط وشکیب کے بندھن ٹوٹ گئے اور انہوں نے میکس ویل برادرس کے ایک ہائی پیٹر میکس ویل کو قتل کر دیا۔ جس کی پاداش میں انگریزی فوج نے مکن پور شریف پر چڑھائی کر دی اور بہت ہی تباہی مچائی۔ علماء ومشائخ کو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر شہید کیا۔ حضرت سید خان عالم میاں جعفری مداری کی حویلی میں املی کا ایک درخت تھا اس میں ان کا ہاتھی باندھا جاتا تھا اس لئے اس کو کہتے تھے انگریزوں نے

کچھ لوگوں کو اسی تھنی املی میں لٹکا کر پھانسی دے دی سید خان عالم میاں وغیرہ کچھ بزرگوں کو لائن سے کھڑا کر کے گولیوں سے بھون دیا۔ کچھ کو کالا پانی بھیج دیا۔ درگاہ معلیٰ حضور مدار العالمین کے نادر اور قیمتی تبرکات کو لوٹ لیا۔ روضۂ مقدسہ کے اندر سلطان ابراہیم شاہ شرقی بادشاہ جونپور نے کوہ نور ہیرا لگایا تھا جس کو مکن پور شریف میں ''شب چراغ'' کہتے تھے انگریز اسے بھی لوٹ کر لے گئے درگاہ شریف کے کتب خانہ کو آگ لگا دی غرض بڑے بڑے نقصانات کئے اور مکن پور شریف کو تباہ کر ڈالا۔ حضرت بابا مجنوں شاہ مداری ملنگ رحمۃ اللہ علیہ 26 دسمبر 1787ء جاں بحق تسلیم ہو گئے۔

اناللہ وانا علیہ راجعون۔

آپ کی وصیت کے مطابق آپ کی تدفین مکن پور شریف میں ہوئی آج بھی آپ کا مزار میلہ کوتوالی کے قریب موجود ہے۔ لیکن ہائے رے قسمت اس عظیم مجاہد وطن کو ہندوستان کی تاریخ نے فراموش کر دیا۔

☆☆☆

منقبت شریف

از۔ علامہ ادیب مکن پوری رحمۃ اللہ علیہ

نعمت اسے خدا کی قسم بے بہا ملی
مظلوم کربلا کی جسے خاک پا ملی

سجدہ تھا زیر تیغ تو نوک سناں پہ بھی
تکبیر کی حسین کے لب پر صدا ملی

حُر آگئے نکل کے پناہ حسین میں
چھوٹی سی ایک نہر سمندر سے جا ملی

شبیر پشت پر ہوں تو سجدے کو طول دیں
شائد نبی کو اس میں خدا کی رضا ملی

کہتے ہیں اُس کو خون شہیدان کربلا
آئینۂ حیات کو جس سے جلا ملی

ہوتا کسے نصیب ہے یہ فخر اے ادیبؔ
سب کچھ ملا جو نسبت آل عبا ملی

منقبت شریف

الحاج سید منظر علی وقاری رحمۃ اللہ علیہ

از۔ سید وجاہت حسین شہپر

عکس جمال گلشن آل نبی ہو تم
نور نگاہ حضرت کلب علی ہو تم

مہکائے گی جو حشر تلک اس جہان کو
وہ گلشن نبی کی مہکتی کلی ہو تم

ہاتھوں میں لیکے مشعل نسبت مدار کی
پھیلایا جس نے دیں کا اُجالا وہی ہو تم

ہر تشنہ لب کو جس نے ہے سیراب کر دیا
فیضان مصطفیٰ کی وہ بہتی ندی ہو تم

زندہ ولی کے در سے ملا ہے تمہیں شرف
مقبول بارگاہ حیات النبی ہو تم

دیکھی ہے تم نے ان کی طہارت قریب سے
شہپر کہو کہ واقعی منظر علی ہو تم

جنگ آزادی میں سلسلۂ مداریہ کا کردار

ایک تاریخی جائزہ

(مولانا محمد ہاشم مصباحی مرادآباد)

جس وقت فرنگی تاجروں کی سرزمین ہند پر آمد و رفت جاری تھی، اس وقت سلسلۂ مداریہ عروج ونمود کی راہوں سے گزر رہا تھا، اکناف ہند کے باشندے ایک بڑی تعداد میں اس سلسلے سے وابستگی رکھتے تھے، بلاتفریق مذہب وملت سب ہی بارگاہ سید بدیع الدین احمد مدار قدس سرہ میں نذور وفتوح پیش کرتے تھے، لاکھوں کی تعداد میں ہندوستان کے اندر مداری خانقاہیں اور تکیے موجود تھے، اس کا اندازہ مغل بادشاہ دارہ شکوہ کے اس اقتباس سے بھی لگا سکتے ہیں، چنانچہ دارہ شکوہ اپنے عہد کی مرقع بیانی کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"وہر سال در ماہ جمادی الاول کہ عرس ایشاں است قرب بہ پنج شش لک آدم مرد وزن صغیر وکبیر از اطراف وجواب ہندوستان درآں روز بزیارت روضۂ شریف ایشاں باعلمہائے بسیار جمع می شوند، ہمہ نذر ونیازمی آرند۔ واز چہار حصہ اہل ہندوستان از وضیع وشریف دو حصہ مرید حضرت پیر دستگیر غوث الثقلین شاہ محی الدین عبدالقادر جیلی اند، اما اشراف بیشتر ویک حصہ مرید شاہ مدار واما اجلاف بیشتر ونیم حصہ مرید حضرت خواجہ معین الدین چشتی ونیم حصہ مرید مخدوم بہاؤالدین زکریا ملتانی قدس اللہ اسرارہم۔

ترجمہ: ہر سال جمادی الاولی کے مہینے میں آپ کے عرس کی تقریب منائی جاتی ہے، جس میں پانچ چھ لاکھ آدمیوں کی شرکت ہوتی ہے اور دور دور سے زائرین آتے ہیں اور نذر ونیاز پیش کرتے ہیں۔ اہل ہند (ہندوپاک) کے چار حصوں میں سے دو حصے آبادی کے اشراف تو غوث الثقلین شاہ محی الدین عبدالقادر جیلانی کے حلقۂ ارادت میں داخل ہیں اور ایک حصہ شاہ مدار کے مریدوں میں شمار ہوتا ہے، جن میں خواص بھی ہیں اور عوام بھی، نصف حصہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے مریدوں پر مشتمل ہے اور بقیہ نصف حصہ شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی کے ارادت مندوں کا ہے۔

ہر چند کہ جملہ وابستگان سلسلۂ مداریہ کا اصل مرکز روحانی موضع مکن پور شریف تھا، جہاں بانی سلسلہ حضرت سید بدیع الدین قطب المدار قدس سرہ کا مرقد انور ہے، لیکن ذیلی شاخیں پورے غیر منقسم ہندوستان میں پھیلی ہوئی تھیں، جنہیں تکیوں سے موسوم کیا جاتا تھا اور ان تکیوں سے بڑے بڑے علماء وفقراء پیدا ہوتے تھے، اس وقت مدارس کا کام انہی تکیوں سے سرانجام ہوتا تھا، غرضیکہ اٹھارہویں صدی عیسوی تک سلسلۂ مداریہ کو ایک بلند مقام حاصل تھا، جس کے تحت بڑی بڑی تحریکیں کام کر رہی تھیں اور یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ 1757 سے لے کر 1857 کے درمیان جنگ آزادی کے جتنے معرکے ہوئے ان سب میں بزرگان مداریہ برسر پیکار تھے، تاریخ کے صفحات پر جنہیں روپوش رکھا گیا۔

جب انگریزوں کی تجارت باعث مضرت ثابت ہوئی اور جنگ پلاسی 1757ء میں نواب سراج الدولہ کا لشکر شکست خوردہ واپس ہوا، اسی وقت ہندوستان کی قسمت پر غلامی کی مہر لگ گئی تھی، راجے، مہاراجے، نواب، بادشاہ، زمین دار، جاگیر دار یہاں تک کہ ہندوستان کے سبھی چھوٹے بڑے تاجر انگریزوں کے طرف دار اور پنشن خوار بن چکے تھے، ہندوستان میں چار وارن تھے، ان میں تین واران برہمن، چھتری، ویس انگریزوں کے ہم نوالہ اور ہم پیالہ ہو چکے تھے، انگریزی حکومت نے عیسائی مشنریز جگہ جگہ قائم کر دی تھیں، جہاں پر عیسائی مذہب قبول کرنے پر مجبور کیا جاتا تھا، چوتھے وارن یعنی شودر پریوار کو ایک مضبوط جائے پناہ کی شدید

ضرورت تھی اور یہ بھی عیسائی مذہب قبول کرنے میں ہی عافیت جانتے تھے، ارباب اقتدار اور پنشن خواروں نے عیشا ی اور اوباش بھری زندگی گزارنے کے لئے ظلم وستم کا بازار گرم کرر کھا تھا، تاریخ شاہد ہے ایسے پرآشوب حالات میں سلسلۂ مداریہ کے مجاہدین ہی مجنوں شاہ ملنگ مداری کی قیادت میں برسر پیکار ہوئے، کیوں کہ اس وقت سلسلۂ مداریہ ہی قوت وسطوت میں ایک راسخ مقام رکھتا تھا، جیسا کہ ابتدا میں گزرا۔

جنگ پلاسی کی شکست کے چھ سال بعد 1703 میں مداری تکیہ دار سید مجنوں شاہ ملنگ داری نے اعلان جنگ کے ساتھ انگریزوں پر سخت حملے شروع کردئے۔ ایک انگریز مؤرخ نے لکھا ہے:

''مجنوں شاہ مداری میواتی تکیہ دار نے اعلان جنگ کے ساتھ ساتھ جہاد بھی شروع کردیا اور جنگ کے دوران ایک مضبوط و مستحکم جائے پناہ کی ضرورت محسوس کی 1770 میں ضلع بوگرہ میں ایک مضبوط قلعہ تعمیر کرایا اور اس کا نام مہا استھان یا مستان گڑھ رکھا، ایک مدت تک یہ مداری جہادیوں کا مرکز بنا رہا، کچھ عرصہ بعد بوگرہ کے جنوب میں 12 میل کی دوری پر مجنوں شاہ ملنگ مداری کی قیادت میں مداری جہادیوں نے مدار گنج نامی ایک اور مستحکم قلعہ تیار کیا''۔

مجنوں شاہ ملنگ مداری نے بھرپور تیاریوں کے ساتھ ایک بڑے لشکر کے ہمراہ شیطان لارڈ کلائیو (یہ اس وقت انگریزوں کا پہلا گورنر جنرل بن کر بنگال میں آیا تھا) پر سخت حملہ کردیا، سرکاری انگریزی فوج اور مجاہدین لشکر کے درمیان سخت مقابلہ ہوا، انگریز شکست کھا کر فرار ہوئے، اور سرکاری کوٹھی پر مجنوں شاہ مداری کا قبضہ ہوگیا، انگریز لسٹر جو اس وقت ڈھاکہ کا انچارج تھا، اس قدر حواس باختہ ہوا کہ وہ کشتی میں سوار ہوکر ڈھاکہ سے بھاگ کھڑا ہوا، گورنر جنرل لارڈ کلائیو انچارج لسٹر کی اس بزدلی پر خوب برہم ہوا اور اس کی سرزنش بھی کی، انگریزوں نے اپنی رپورٹوں میں لکھا ہے:

''اللہ والے فقرا میوات اور شمالی ہندوستان سے بنگال میں آکر انگریزوں سے نبرد آزما ہوتے تھے، عجیب غریب اسلحہ ان کے پاس تھے، ایک ہتھیار ''بھیلہ'' نامی تھا، اس کو رسی میں گھما کر جب وہ پھینکتے تھے تو اس میں سے آگ برستی تھی ،جس کو عام فہم زبان میں گوریلا جنگ سے جانا جاتا ہے''۔

ڈھاکہ کی انگریزی سرکاری کوٹھی پر قبضہ کرنے کے بعد انگریز سرکار پر مجاہدین لشکر کے حملے شدت اختیار کرتے گئے، ان حملوں کی آماجگاہ انگریز یا ان کی کمپنیاں اور کوٹھیاں ہوتی تھیں، چند حملے ایسے مکانوں پر سادھے گئے جن کے مالکین انگریزوں کے مخبرین میں شامل تھے، ظالم زمین دار، جاگیردار، مہاراجے، نوابین اور پنشن خوار جو عوام پر ظلم واستبداد کرتے، ایسے پرآشوب حالات میں یہی مجاہدین لشکر ان کے پرسان حال ہوتے، ان کے زخموں پر مرہم لگاتے، انگریزوں کے ان پنشن خواروں پر جوابی حملے کر کے ان سے انتقام لیتے، ان ظالموں پر ساری یورشیں سپہ سالار لشکر حضرت سید مجنوں شاہ ملنگ مداری میواتی کے زیر قیادت ہوتیں، بقیہ جملہ مجاہدین لشکر کی صورت میں ان کے دست وبازو ہوتے، تاریخ کی کتابوں میں مؤرخین نے ان مجاہدین کے چند نام شمار بھی کرائے ہیں، مثلا: تکیہ دار موسیٰ شاہ، تکیہ دار سید پیر گل شاہ، تکیہ دار سید چراغ شاہ، تکیہ دار سید سبحانی شاہ، تکیہ دار سید کریم شاہ وغیرہ۔

1715 کو دیناجپور کا انگریز انچارج جو سپروائیزر تھا، اپنی رپورٹ میں ایسٹ انڈیا کمپنی کو لکھتا ہے:

''تکیہ دار خانقاہی سید مجنوں شاہ مداری میواتی پانچ ہزار 5000 ہزار کا لشکر لے کر مجاہدین کے ساتھ صوبے میں داخل ہو چکا ہے''۔

1719 میں سرکاری انگریزی کمپنی نے لیفٹیننٹ کیتھ کی قیادت میں ایک مسلح فوجی دستہ بھیجا، جو بورلنگ کے قریب سید مجنوں شاہ ملنگ سے نبرد آزما ہوا، دن بھر جنگ ہوتی رہی، انگریزی

فوج بھاگ کھڑی ہوئی اور لیفٹیننٹ کیتھ اس جنگ میں مارا گیا۔

1771 میں انگریز آفیسر ساحت کپتان رینئل پٹنہ کمپنی کو اطلاع دیتے ہوئے لکھتا ہے:

''تکیہ دار خانقاہی سید مجنوں شاہ مداری میواتی ایک ہزار 1000 مجاہدین لشکر کے ساتھ یہاں موجود ہے اور زیادہ تر مجاہدین لشکر مسلح ہیں، وہ مغربی صوبے یعنی شمالی ہند کے ایک ماہ قبل آئے ہیں''۔

کمپنی کی یہ رپورٹ ملتے ہی ایسٹ انڈیا کمپنی کے گورنر جنرل لارڈ کلائیو نے ایک فوجی دستہ مرشد آباد سے، دو فوجی دستے رنگ پور سے تیزی کے ساتھ روانہ کیے، تاکہ ان تکیہ دار فقراء سے کامل نجات حاصل ہو سکے، 1771ء کی اس جنگ میں لیفٹیننٹ فلتھم انگریزی فوج کا کمانڈر تھا، تکیہ دار خانقاہی مجاہدین کا لشکر گوبند گڑھ سے سو میل کے فاصلے پر قاضی باڑہ کے پاس دو جھیلوں کے درمیان خیمہ زن تھا کہ اچانک لیفٹیننٹ فلتھم نے ان پر شب خون کر دیا، اس ناگہاں حملے کے جواب میں مجاہدین لشکر نے پسپائی اختیار کی، اور مجاہدین گھوڑوں پر سوار ہو کر مستان گڑھ کی جانب بھاگ نکلے۔

اس قسم کے واقعات اور شکستوں سے مجنوں شاہ ملنگ مداری کبھی ہراساں نہ ہوئے تھوڑے ہی عرصے بعد اسی طرح مسلح ہو کر اپنی مہموں کی نگرانی کے لیے نکل پڑے، 1772ء میں راج شاہی ضلع کا نگران اعلیٰ اپنی رپورٹ میں لکھتا ہے:

''علاقے کے زمین داروں کی طرف سے ایک خط موصول ہوا ہے، اس میں لکھا ہے کہ مجنوں شاہ اپنے دو ہزار مسلمان فقیروں کے ہمراہ اس علاقے میں داخل ہو چکا ہے، اور علاقے کے بااثر اور متمول زمین داروں کو اپنی حراست میں لے لیا ہے، فقیروں نے یہاں رہائش اختیار کر لی ہے، کاشت کاروں سے سختی سے بیگار لیتے ہیں، اس وجہ سے دیہات خالی ہو رہے ہیں، زمین دار اپنے گھر گھاٹ چھوڑ رہے ہیں، فقیروں کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ ان کو یہاں سے مار بھگانا محال ہے، گاؤں کے خزانے کے متعلق جو حشر نہ ہوگا، اس کے متعلق کیا کہا جا سکتا ہے''۔

25 / جون 1772ء کو ناٹور کا سپروائیزر اپنی انگریزی رپورٹ ایسٹ انڈیا کمپنی کو اطلاع دیتے ہوئے لکھتا ہے:

''تکیہ دار سید مداری مجنوں شاہ ملنگ میواتی کے مجاہدین کے لشکر نے دیارام زمین دار سے 500 روپئے بطور لگان وصول کئے ہیں اور جے سنگھ کی کچہری سے 1690 روپئے نقد وصول کئے ہیں کچہری کے سبھی افسران مجاہدین لشکر کی آمد سن کر کچہری سے فرار ہو گئے ہیں، بروقت مجاہدوں کے لشکر کے سپہ سالار سید مجنوں شاہ ملنگ میواتی مداری ہے، یہ تمام ہتھیاروں سے لیس ہیں، ان کے پاس دو اونٹ اور چالیس راکٹ ہیں، چار سو 400 بھر مار بندوقیں اور چند خاص دور مار رائفلیں بھی ہیں، تقریباً ایک ہزار 1000 مسلح لشکر کے ساتھ مجنوں شاہ مداری تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہے، اور اس کے ہمراہ بہت سے گھوڑسوار چل رہے ہیں، جن کا قائد مجنوں شاہ ملنگ مداری ہے''۔

1775ء کو رنگ پور کا انگریز سپروائیزر ایسٹ انڈیا کمپنی کو اطلاع دیتا ہے کہ خانقاہی سیدوں کے مجاہدین کا لشکر مجنوں شاہ ملنگ مداری میواتی کے زیر قیادت گھوڑا گھاٹ میں جمع ہو گیا ہے، ان مجاہدوں کے لشکر کا سپہ سالار مجنوں شاہ ملنگ مداری میواتی ہے، اس کے لشکر کی تعداد 2500 ہے، ان میں تقریباً ہر سپاہی مسلح ہے۔

یہ رپورٹ سنتے ہی کپتان تھامس اپنے ایک فوجی دستے کے ہمراہ مجاہدین لشکر کے مقابلے کے لیے فوری طور پر روانہ ہوا، وہاں سرکاری انگریز فوجیوں اور مداری مجاہدوں کے درمیان زبردست جنگ ہوئی، انگریز کپتان تھامس لڑتے ہوئے میدان جنگ میں مارا گیا، اور انگریزی فوج سید مجنوں شاہ مداری کے مقابلے سے بھاگ کھڑی ہوئی اور فتح مجاہدوں کے قدم چومنے لگی۔

19 مارچ 1779ء کو فرانسیس گلیڈون ایسٹ انڈیا کمپنی

کی حکومت کو اطلاع دیتا ہے:

"مجاہدوں کا بڑا لشکر مستان گڑھ کے اطراف میں جمع ہے، جس کا قائد مجنوں شاہ ملنگ مداری ہے، مستان گڑھ کا میلہ جو اس مہینے کی بیس 20 تاریخ کو شروع ہوگا، مجنوں شاہ کا لشکر اس پر حملہ کرنا چاہتا ہے"۔

فرانسیس گلیڈون نے اپنی ساری حکومت سے فوری امداد طلب کی، لیکن انگریزی حکومت ایسٹ انڈیا کمپنی نے کسی بھی طرح کی امداد فراہم کرنے سے منع کر دیا، اور خط میں فرانسیس گلیڈون کو لکھا کہ اگر تم خود کو غیر محفوظ سمجھتے ہو، تو خزانہ لے کر دیناج پور چلے جاؤ۔

29 مارچ 1779ء میں پھر فرانسیس گلیڈون نے انگریزی حکومت سے مدد چاہی لیکن کسی طرح کی کوئی امداد نہیں ملی۔

22 اکتوبر 1777ء کو انگریز گورنر جنرل وارن ہاسٹنگ نے کمپنی کی باگ ڈور سنبھالی، اور خود ہی صوبائی حکومت کو اس نے یہ پیغام دیا کہ ابھی ابھی ایک نجی خط موصول ہوا ہے کہ تکیہ دار مجنوں شاہ ملنگ مداری کے مجاہدوں کا چھوٹا سا جتھا جو دوسو 200 افراد پر مشتمل ہے، ظاہر ہوا ہے اس فقیر مجنوں شاہ مداری نے چند سالوں سے پوری صوبائی حکومت کے امن میں خلل ڈال رکھا ہے، اسے فوراً ختم کیا جائے۔

1783ء میں مجاہدین لشکر کا سامنا مجنوں شاہ مداری کی قیادت میں بیگم بازار کی ریزیڈنٹ ہنری لاج سے ہوا، مجاہدین لشکر کی شکست ہوئی۔

1785ء کو لیفٹیننٹ کرو نے مجاہدین لشکر سے مقابلہ کیا، یہ جنگ مستان گڑھ کے قریب ہوئی، مجاہدین کی کل تعداد تقریباً چار سو 400 کے قریب تھی، جو ہتھیاروں سے لیس تھے دوسو سپاہی تلواروں، برچھیوں اور لاٹھیوں ڈنڈوں سے مسلح تھے، اس جنگ میں بہت سے انگریز مارے گئے اور کافی تعداد میں زخمی ہوئے، انگریز لیفٹیننٹ کرو پسپائی اختیار کر کے فرار ہو گیا تھا۔

زمین داروں کے خلاف مجنوں شاہ ملنگ کا اعلان جنگ

چونکہ زمین دار، جاگیردار، مہاراجے، شہزادے انگریزوں کے دلال بن چکے تھے، اور ان کی دلالی کرتے ہوئے وہ ذرہ بھر بھی تکان محسوس نہ کرتے تھے، بلکہ یہاں تک نوبت پہنچ گئی تھی کہ یہ زمین دار ایسٹ انڈیا کمپنی کی ملی بھگت کی وجہ سے عوام پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑ رہے تھے، اسی وجہ سے مجنوں شاہ ملنگ مداری نے ان زمین داروں پر بھی سختیاں برقرار رکھیں اور سخت حملے کیے، مجنوں شاہ کی اس حرکت سے ظالم زمین دار اپنی بستیاں چھوڑ کر بھاگنے لگے، کمار سرینڈر نے اپنی رپورٹ میں لکھا ہے:

"مجاہدین کے سردار مجنوں شاہ نے شری کرشن چودھری سے 50000 روپے طلب کیے اور وصولیابی کے لیے ایک خاص دن اور تاریخ مقرر کر دی، زمین دار شری کرشن میمن سنگھ اتنی بڑی رقم جمع کرنے سے قاصر تھا، اور سپہ سالار لشکر مجنوں شاہ مداری میواتی کے مجاہدین کی لشکر کشی کا مقابلہ بھی نہیں کر سکتا تھا، اس سے بچنے کیلئے فرار ہونے کے سوا کوئی راستہ نہیں بچا تھا، لہٰذا زمین دار شری کرشن میمن سنگھ نے بھاگنے کا عجیب وغریب طریقہ اختیار کیا کہ اس نے نگر دریا سے ایک نہر کاٹ کر اپنے گھر تک بنوائی، اس نہر میں کشتی لائی گئی اور تاریکی شب میں وہ اپنے مال ومتاع اور اولاد و خاندان کو لے کر فرار ہو گیا"۔

17 مارچ 1780 کو سید مجنوں شاہ مداری کے لشکر کے خوف سے ضلع بوگرہ کا ایک اور زمین دار چندر شیکھر آچاریہ نقل مکانی کر گیا، اسی طرح مجنوں شاہ مداری نے بنیوں کو بھی نہ چھوڑا کیوں کہ یہ انگریزوں کے وفاداروں میں شمار ہوتے تھے اور انگریزوں کے لیے مخبری کا کام انجام دیتے تھے۔

برہمن ڈاکوؤں کیخلاف اعلان جنگ

سابق میں بیان ہوا کہ ہندستان میں چار وارن تھے اور چاروں وارن انگریزوں کی حمایت کرنے لگے تھے اوران کی غلامی کا طوق اپنے گلوں میں ڈالے ہوئے تھے، برہمن بھی دیگر وارنوں کے مانند انگریزوں کے مددومعاون بن چکے تھے اوراسی حمایت کا اثر تھا کہ برہمن سنیاسیوں کا ایک گروہ نقب زنی کرتا پھرتا تھا، اس لٹیرے گروہ میں روپ گری، بھوپت گری، اجیت گری نامی برہمن شامل تھے، نیم برہنہ امابیت سنیاسی ان ڈاکوؤں کا سرغنہ تھا، جس نے سارے صوبے کا امن وامان غارت کررکھا تھا، ان ڈاکوؤں سے سخت پریشان مظلوم رعایا نے مجبور ہوکر لشکر کے مجاہدین کے سپہ سالار مجنوں شاہ ملنگ مداری سے مدد کی درخواست کی کہ ان ڈاکوؤں کے پنجۂ استبداد سے نجات دلائیں، مجنوں شاہ ملنگ مداری اپنے جملہ مجاہدین سے مشورہ کرکے ان ڈاکوؤں کوختم کرنے نکل پڑے، لشکر کے مجاہدین نے ان ڈاکوؤں کا جم کرمقابلہ کیااورانہیں ہمیشہ کے لئے ختم کرڈالا۔

11دسمبر1782ء کوانگریزوں کی کوٹھی بیگن واڑی سپروائیزر ہنری لاج اپنے ایک مکتوب میں اس جنگ کے متعلق اطلاع دیتے ہوئے لکھتا ہے:

"برہمن گری سنیاسیوں اور مسلم مجاہدوں کے درمیان ایک خونی جنگ ہوئی، اس خونی جنگ میں بھی مسلم مجاہدین لشکر کا پلا بھاری رہا، جس میں 40/30سنیاسی ڈاکو مارے گئے، مجنوں شاہ ملنگ مداری میواتی کا لشکر1000 مجاہد سپاہیوں پرمشتمل تھا"۔

اس طرح مجنوں شاہ ملنگ مداری نے ہراس ظالم وجابر طاقت کا صفایا کیا جوانگریزوں کوکسی نہ کسی طرح سپورٹ دے رہی تھی اوران جنگوں میں ملی تدابیر اور حکمتوں کواپناتے رہے، مجنوں شاہ ملنگ مداری حملہ کرنے میں نہایت محتاط تھے کہ کسی پر بے وجہ ظلم کرنے پرسختی سے روکتے تھے، کہ اس بات کے خودان کے حریف بھی شہادت دیتے رہے، چنانچہ 25جنوری 1772ء کوناٹورکا سپروائیزرمطلع کرتا ہوا لکھتا ہے:

"تکیہ دار سید مجنوں شاہ ملنگ مداری نے اپنے مجاہدین کے لشکراور مریدوں کوسختی سے حکم دے رکھا ہے کہ ہرقسم کے ظلم وستم سے اجتناب برتتے ہوئے سختی کے ساتھ میرے حکم کواپنے اوپر نافذ کریں، عوام پرظلم وستم بندرکھنا ہے تاکہ کسی معصوم پر ناحق ظلم نہ ہو پائے، نہ کسی سے کوئی شے جبراوصول کی جائے گی، کوئی شخص اپنی مرضی سے دے تو لینے میں کوئی مضائقہ نہیں"۔

مجنوں شاہ ملنگ مداری میواتی کے متعلق انگریزوں کا ایک پلید خط

چونکہ مجنوں شاہ ملنگ مداری میواتی انگریزوں کے لیے درد سر بن گئے تھے اورانگریز حکومت کو پریشان کرکے رکھ دیا تھا، انگریزوں کے پنشن خوار بادشاہ، نواب اورراجے مہاراجے جوانگریزوں کی بہت بڑی طاقت بنے ہوئے تھے، مجنوں شاہ مداری میواتی نے ان کوبھی نہیں چھوڑا تھا، اسی لیے انگریز عوام کومجنوں شاہ کے تعلق سے اغوا کرنے لگے اوران کوڈاکو، لٹیرا جیسے الفاظ سے طعن وتشنیع کرنے لگے اوران کی جنگ کوغارت گری کہنے لگے، جبکہ وہ آزادی وطن کے لیےان پرحملہ کرتے تھے جووقت کا تقاضا تھا، ورنہ انگریزوں کی حکومت سے قبل بھی مجنوں شاہ باحیات تھے، اوران کی جانب کوئی قتل وغارت گری کسی نے منسوب نہیں کی، بلکہ سلاطین ہندان فقرائے مداریہ سے نہایت قربت ومحبت رکھتے تھے، ہم یہاں دوتاریخی حوالےنقل کرکے انگریزوں کا خط تحریر کریں گے۔

(۱) مغل بادشاہ شجاع نے سلسلۂ مداریہ کے علمائے دین کوشاہی سند توصیف تحریر کررکھی تھی کہ ہندستان میں دین اسلام کی تبلیغ کہیں پربھی جاکر کرسکتے ہیں، جہاں دیں کی تبلیغ

کریں گے ، وہاں کے مالکان حضرات اخراجات پورا کریں گے ، یہ سند محررہ کلکتہ کی لائبریری میں آج بھی موجود ہے۔ مغل بادشاہ کے اس شاہی فرمان سے معلوم ہوتا ہے کہ فقرائے مدار یہ کس قدر قابل کرامت وعظمت تھے۔

(۲) مغل شہنشاہ سراج الدین بہادر شاہ ظفر یکم محرم الحرام 1299ھ میں ایک مداری فقیر تکیہ دار کے متعلق سند توصیف لکھتا ہے:

''فقیر زادہ سید شاہ مولی بخش بڑے حکیموں میں جانی پہچانی شخصیت سید نہار شاہ کے صاحبزادے سرائے میاں کول (علی گڑھ) کے رہنے والے ہیں، ان کے باپ کا تعلق مکن پور کے بزرگوں سے ہے اوران کی ماں کا تعلق کول سے ہے، شاہ مولانا بخش حد درجہ سمجھدار تھے، ان کے والد نے ان کی تعلیم وتربیت کا بہت خیال رکھا، سید شاہ مولی بخش نے جوانی میں ہی علوم ادبیہ ریاضی، فقہ، منطق، حکمت کا علم حاصل کرلیا اس کے بعد طب کے حصول پر توجہ دی، اور بہت تھوڑے عرصہ میں جملہ علوم میں دستگاہ پیدا کرلی اوراپنے زمانے کے دانشوروں میں شمار ہونے لگے، ایک بار ایسا ہوا کہ شہزادہ جواں بخت ایک بہت سخت بیماری میں مبتلا ہوگیا، تمام اطباء کے علاج سے ہار گئے، اس نے (بہادر شاہ ظفر) سید شاہ مولیٰ بخش کو بلوایا اورانہوں نے شہزادے کا بڑی آسانی سے علاج کردیا، شاہزادہ جواں بخت اور یہ بندہ (بہادر شاہ ظفر) بہت خوش ہوئے اوران کو بہت نوازہ اور سلطنت کے تمام بزرگوں پران کو ترجیح دی اوران کی خواہش پر اپنی لائبریری کوان کے سپرد کردیا، شاہ مولیٰ بخش نے کئی مہینے اس لائبریری میں گزارے اوردن رات کتابوں کے مطالعہ میں مصروف رہے''۔

اب ہم ورج ذیل انگریزوں کے خط فاحش کو تحریر کرتے ہیں جوانہوں نے حواس باختہ ہوکر کمپنیوں کو لکھا، لیکن ان سے ایک زیرک بخوبی یہ پتہ لگا سکتا ہے کہ مجنوں شاہ ملنگ مداری نے انگریزوں کے کیسے اوسان خراب کردئے تھے اور مجنوں شاہ ملنگ مداری کا آزادی جنگ میں کیسا کردار رہا، اگر یہی مجنوں شاہ ان کے ممد ومعاون ہوتے تو یہی انگریزی حکومت ان کی مدحت خواں بن جاتی۔

انگریزوں کی ایک کمیٹی 1772ء میں وارن ہیسٹنگز کو ایک رپورٹ پیش کرتے ہوئے لکھتی ہے:

''ان فقیروں کا پیشہ ہی لوٹ مار ہے اور اکثر کا تو یہ آبائی پیشہ بن گیا ہے، ان کے باضابطہ جتھے ہیں، ان کے فرقے بھی ہیں ان کے پورے خاندان کی گزر بسر لوٹ کے مال پر ہے جو یہ لوگ اپنے گھر بھیجتے ہیں ان قزاقوں میں اکثر کے بڑے بڑے خاندان ہیں جو آبائی تعلقات، رشتوں، خفیہ اشاروں اورزبانوں سے آپس میں متحد ومنسلک ہیں اور قدیم زمانے کے ٹھگوں کی طرح یہ ایک ہی قسم کے مذہبی رسم ورواج کے پابند ہیں، دیکھنے میں ہی مسافر اور تیرتھی معلوم ہوتے ہیں ان کے پاس بجز لمبی لمبی لاٹھیوں کے کچھ نہیں معلوم ہوتا، لیکن یہ لاٹھیاں بھالوں کے دستے کا کام دیتی ہیں، جو ان کے کپڑوں میں چھپے ہوتے ہیں چوں کہ یہ اکثر تیس تیس اورچالیس چالیس کے غول میں آتے ہیں اوررات کی خاموشی میں سوتے ہوئے گاؤں پر اچانک حملہ آور ہوجاتے ہیں اس لیے زمین دار اوران کے آدمیوں کوان کا مقابلہ برداشت نہیں ہوتا، ساہوکاروں اور صرافوں کو یہ نہایت بے دردی سے لوٹتے ہیں، مال غنیمت کا ایک حصہ زمین دار کے لیے الگ رکھ دیا جاتا ہے، گاؤں کے پٹیل، تھانے دار اور جمعدار کو بھی بعض دفعہ ساتھ ملالیا جاتا ہے''۔

انگریزوں کے اس مکتوب سے ظاہری طور پر معلوم ہوتا ہے کہ مجنوں شاہ بداری میواتی نے انگریزوں کے کس قدر حواس باختہ کردیے تھے کہ انگریز غیض وغضب میں انہیں ڈاکو جیسے الفاظ سے دشنام طرازیاں کرنے لگے، جبکہ یہی فقرا شریعت وطریقت کے

سنگم تھے، اوران کے اسی اعزاز کے باعث ہی مغل بادشاہ شجاع نے انہیں تبلیغ دین کے مکمل مراعات دے رکھی تھیں۔

اسی طرح سید مجنوں شاہ ملنگ مداری 1787ء تک آزادی ہند کے لیے انگریزوں کے مقابلے میں ڈٹ کر کھڑے رہے، 1787ء میں آپ نے جام شہادت نوش کیا، آپ کا مرقد انور مکن پور شریف میں ہے، ضلع رنگ پور کے کلکٹر نے حکومت بنگال کو 1788ء میں مجنوں شاہ کے متعلق کوائف فراہم کرتے لکھا ہے:

"یہ مجنوں شاہ مداریوں کے اس گروپ سے تعلق رکھتے ہیں، جو برہنہ رہتے تھے، ان کا ہیڈ کوارٹر مکن پور شریف میں تھا اور برسات کے موسم میں یہ اپنے مرکز روحانی (مکن پور شریف) واپس چلے جاتے تھے"۔

1787ء کے بعد ریکارڈ میں مجنوں شاہ ملنگ مادری کا نام نہیں ملتا، البتہ ان کے خلفا کا ذکر ضرور ملتا ہے جو انگریزوں سے مشغول جنگ نظر آتے، مثلا: تکیہ دار خانقاہی سید موسیٰ شاہ مداری، تکیہ دار خانقاہی سید چراغ شاہ مداری، تکیہ دار سید علی شاہ مداری، تکیہ دار خانقاہی سید بسحانی شاہ مداری، تکیہ دار سید فرخند علی شاہ مداریؒ، تکیہ دار سید مدار شاہ مداری، تکیہ دار سید چوہڑ شاہ مداری، تکیہ دار خانقاہی سید پیر گل شاہ مداری وغیرہ، یہ سبھی مجاہدین 1857ء تک انگریزوں سے کامل طور پر نبرد آزمار ہے اور ہر موڑ پران کو شکست فاش دیتے رہے، انہوں نے اپنا مستقل اڈہ نیپال میں بنالیا تھا، جہاں سے یہ لوگ ہر سال اپنے پیر کے عرس میں مکن پور شریف بھی جاتے تھے بنگال کی قدیم تاریخی مطبوعات میں تحریر ہے:

'1777-79ہی سے یہاں مذہبی اصلاح کی مختلف تحریکیں تھیں جو مجنوں شاہ کی سرکردگی میں تھیں، جن کے انتقال 1787ء پران کا بیٹا چراغ علی شاہ لیڈر رہا تحریک کا مرکز نیپال کے جنوبی علاقے مکھوان (کھٹمنڈو) میں تھا، بھوانی پاٹھک اوردیوی چودھرانی بھی شریک تھے، انہوں نے انگریزی مرکزوں پر حملے کیے"۔

3 جولائی 1799ء کو بسنت لال اپنی ایک تحقیقی رپورٹ بہار کے کمشنر مسٹر بروس کو بھیجتے ہوئے لکھتا ہے:

"میں اب تک جتنی معلومات فراہم کرسکا ہوں، وہ ضبط تحریر میں لارہاہوں، یہ فقیر اب ایک آبادی جسے گوڑ کا کہاجاتا ہے، میں رہتے ہیں اب سے پہلے یہ گوڑ کا آبادی مورنگ کا حصہ تھی لیکن اب حکومت نیپال نے اسے اپنی مملکت میں شامل کرلیا ہے، گوڑ کے صوبے کا صدر مقام پر چندر گڑھی ہے اس سے تین کوس کے فاصلے پر نگیلی نامی قصبہ ہے، جہاں تحصیل دار رہتا ہے اس کی کچہری وہاں پر ہے، اس کے شمال اور جنوب میں دریا کے کنارے مجنوں شاہ کے فقیروں کا ڈیرہ ہے یہیں چراغ علی شاہ اور چوہڑ شاہ رہتے ہیں، یہاں سے تین میل کے فاصلے پر ایک اور قصبہ کوالیہ ہے یہاں بھی تحصیل دار کی کچہری ہے، اس کے بالکل قریب سبحان شاہ اور شمشیر شاہ نے چھاؤنی ڈالی ہوئی ہے، یہ فقرانہ تو تجارت کرتے ہیں اور نہ ہی کاشتکاری ان کے گزر بسر کی ذمے داری تحصیل دار پر ہے، اور یہ فقرا گھنے جنگلوں میں رہتے ہیں اور یہ جنگل ایسے ہیں ان سے کسی ناواقف کا گزرنا ناممکن ہے ہاتھی وغیرہ یہاں بکثرت پائے جاتے ہیں ان کے پاس ایک ہزار کی نفری ہے جن میں سے چار سو مسلمان فقیر ہیں ایک سو ہندو سنیاسی ہیں، بیس بیراگی ہیں اور چار سو سپاہی ہیں"۔

اس رپورٹ سے پتہ چلتا ہے کہ مجنوں شاہ کے بعد فقرائے مدار یہ کیسی تندی کے ساتھ وطن ہند کی آزادی کے لیے کمر بستہ رہے کہ ہمہ وقت اسلحہ سے لیس رہا کرتے تھے اور اس کار اہم کے لیے خانہ بدوشی کی زندگی گزارنا بھی گوارہ کرتے تھے۔

1793 سے لے کر مسلسل 1787ء تک بے سروسامانی کی حالت میں ایک منظم حکومت وقت کے شیطان انگریزوں سے جنگ کرنا مذاق یا کھلواڑ نہ تھا، جبکہ انگریزوں کے سامنے چھوٹے بڑے زمین دار، جاگیر دار، راجے، مہاراجے، نواب،

بادشاہ پنشن خوار بن کر اپنے گھٹنے ٹیک چکے تھے، سید مجنوں شاہ مداری کے ساتھ عوام کے علاوہ کوئی نہیں تھا، سبھی سید مجنوں شاہ مداری کے لشکر کے مخالف و معاند تھے، یہ تو ایک غیبی کرشمہ تھا کہ 25 سال تک مجنوں شاہ ملنگ اسی طرح انگریزوں سے جنگ لڑتے رہے اور بعد میں ان کے وارثین نے ان کے مشن کو آگے بڑھایا، یہ تمام جنگیں ٹیپو سلطان میسور، حاجی شریعت اللہ وغیرہ سے بہت پہلے لڑی گئی تھیں، لیکن افسوس کا مقام ہے کہ تاریخ کے اوراق سے انہیں مستور رکھا گیا۔

ہندوستان میں سلسلۂ مداریہ کی لاکھوں کی تعداد میں خانقاہیں اور تکیے تھے صرف ضلع پورنیہ کا یہ حال تھا کہ انگریز بوکانند 1809-10 کے سروے میں لکھتا ہے کہ سلسلۂ مداریہ کی یہاں 1900 خانقاہیں مرجع خلائق ہیں، ان تکیوں سے بڑے بڑے علماء فارغ ہوتے تھے، خود مکن پور شریف میں اس وقت سب سے بڑا ادارہ "فیضان العلوم" نامی موجود تھا، جس کے اندر ایک قدیم لائبریری بھی مرجع خواص تھی، جو صدیوں پرانے ایسے قلمی مخطوطات سے آراستہ تھی، جن کا دوسرا نسخہ کسی لائبریری میں موجود نہیں تھا، سلسلۂ مداریہ کا بھی ایک بیش بہا قلمی خزانہ اس لائبریری کی زینت تھا، لیکن 1793ء میں مجنوں شاہ ملنگ مداری کی انگریزوں کے خلاف چھیڑی گئی جنگ سلسلۂ مداریہ کی تباہی و بربادی کا سبب بن گئی، اور حالات بد سے بدتر ہوتے چلے گئے اور تکیوں (مدرسوں) سے فارغ ہونے والے علماء کرام و مفتیان عظام کو صفحۂ ہستی سے مٹانے میں انگریز حکومت کمر بستہ ہوگئی، انگریز حکومت نے سب سے پہلے مداری فقراء کے مرکز مکن پور شریف کو تہس نہس کر کے آگ لگادی، اور مدرسہ فیضان العلوم کو اجاڑ دیا، جس میں موجود لائبریری بھی آگ کی زد ہوگئی، اس کے ساتھ مداری سلسلے کے ہزاروں تکیوں، خانقاہوں، چلوں اور تکیہ داروں کو بے نام و نشان کر دیا، اس کے علاوہ سلسلۂ مداریہ کو بدنام کرنے میں بھی کوئی کسر باقی نہ رکھی، بزرگوں کی کتابوں میں تحریف کر کے سلسلۂ مداریہ کے بابت مغلظات و واہیات درانداز کر دئے گئے، غرضیکہ انگریز حکومت نے سلسلۂ مداریہ کو تنزلی و پسماندگی کے دہانے پر لاکر کھڑا کر دیا، لیکن اس کسمپرسی کے وقت بھی مجاہدین سلسلۂ مداریہ نے اپنے عزائم بلند رکھے، انگریزوں سے صلح نہیں کی اور وطن ہند کی آزادی کے لیے مستعد رہے۔

سلسلۂ مداریہ کے روہیلہ پٹھان

فقرائے مداریہ جو مجنوں شاہ ملنگ کے مشن کو فروغ دے رہے تھے کے علاوہ مداری پٹھانوں نے بھی 57ء کی جنگ میں انگریزوں کو بھگانے میں بھرپور حصہ لیا، ان گمشدہ مداری پٹھانوں کی تاریخ رقم کرنے کے قابل ہے۔

10 مئی 1857ء کو میرٹھ میں اشتعال انگیزی کی خبریں قرب وجوار میں تیزی سے پھیل رہی تھیں، بریلی، پیلی بھیت اور شاہجہاں پور وغیرہ میں لوگوں کے اندر اشتعال برپا ہو چکا تھا اور لوگ جوق در جوق مرنے کے لئے آمادہ ہو گئے تھے، اس وقت بریلی کے احمد خان پٹھان والد رحمت خان پٹھان مداری صدر الصدور کے عہدے پر فائز تھے، انہوں نے جنرل بخت خان پٹھان روہیلہ مداری کے کہنے پر انگریزوں کے خلاف علم جہاد بلند کیا بہت سے انگریزوں کو اس میں قتل کر دیا گیا اور شہر کے مختلف مقامات پر جنگ آزادی کے مجاہدوں نے انگریزوں سے سامنا کیا، یہ گھمسان کئی دنوں تک جاری رہی اور اس میں بریلی کے کئی وطن پرست مداری پٹھانوں نے جام شہادت نوش کیا، جن کے اسماء درج ذیل ہیں:

(۱) روہیلہ پٹھان اعجاز خان بھٹی مداری (سن شہادت: 5 مئی 1858)

(۲) روہیلہ پٹھان کالے خان بھٹی مداری (سن شہادت: 5 مئی 1858ء)

(۳) روہیلہ پٹھان تلو خان مداری (سن شہادت: 5 مئی 1858ء)

(۴) روہیلہ پٹھان اندر خان بھٹی مداری (سن شہادت: 4 مئی

1858ء)

(۵) روہیلہ پٹھان عزیز احمد خان بھٹی مداری (سن شہادت : 4 مئی 1858ء)

(٦) روہیلہ پٹھان قاسم خان بھٹی مداری (سن شہادت : 4 مئی 1858ء)

(۷) روہیلہ پٹھان شاکر داؤد خان مداری) (سن شہادت : 4 مئی 1858ء)

(۸) روہیلہ پٹھان اشرف خان مداری (سن شہادت : 4 مئی 1858ء)

(۹) روہیلہ پٹھان محراب خان بھٹی مداری۔

محراب خان مداری شدید زخمی ہو گئے تھے اور کچھ دنوں بعد زخموں کی تاب نہ لا کر وفات پائی، جس مقام پر یہ زخمی ہوئے تھے اور جہاں ان کا خون گرا تھا، ان کے انتقال کے بعد ان کی قبر وصیت کے مطابق وہیں پر بنائی گئی۔

11 مئی 1857ء کی جنگ میں احمد خان عرف بہادر خان پٹھان مداری نے انگریزوں کے چھکے چھڑا دیئے تھے، بریلی، شاہجہانپور، بدایوں، اور پیلی بھیت سے انہیں بھگا دیا گیا تھا، مگر بے شرم انگریزوں کو پھر کمک آجاتی اور پھر یک جٹ ہو کر جمع ہو جاتے، انقلابی مداریہ بٹالین نے فروری 1858ء تک دوبارہ انگریزوں کے پنجے اس علاقے میں جمنے نہیں دیے۔ یہ پٹھان مداریہ سلسلے میں بیعت تھے اور اپنے نام کے آگے پیچھے مداری لکھتے تھے یہ لوگ بھائیہ چھتری دکھتری سے مسلمان ہوئے اور یہی چھتری بھائیہ پٹھان تھے جس طرح شیر شاہ سوری شوریہ ونشی پٹھان تھا۔

1857 کی جنگ آزادی اور فقرائے مداریہ

سابق میں تفصیل سے گزرا کہ مجنوں شاہ ملنگ مداری کے

خلفاء و مریدین اور مداری پٹھان برابر شریک رہے اور جام شہادت بھی نوش کیا لیکن آزادی وطن کے لئے ہمہ وقت مستعد رہے جب 1857ء کی جنگ شروع ہوئی تو مغل بادشاہ سراج الدین بہادر شاہ ظفر نے ان کی بہادری کو دیکھتے ہوئے انہیں ملنگ فقرا اور ہندو سنیاسیوں سے جنگ عظیم 1857 میں بھرپور حصہ لینے کی استدعا کی، مغل شاہی فرمان میں تحریر ہے۔

> ”چونکہ اہل یورپ ہندو مت اور اسلام دونوں کے دشمن ہیں اور اس وقت انگریزوں کے خلاف مذہب کی بنا پر جنگ جاری ہے، اس لیے پنڈتوں اور فقرا پر لازم ہے کہ وہ 1857ء کی مقدس جنگ میں حصہ لیں، کیوں کہ پنڈت اور فقراء ہندو مت اور اسلام کے محافظ ہیں“۔

اس طرح فقراء و سنیاسیوں کا ایک بڑا گروہ جنگ آزادی 1857ء میں بھی شریک رہا بس تاریخ کے صفحات پر سلسلۂ مداریہ کی ان جلیل القدر شخصیات کو جگہ دینے کی اشد ضرورت ہے اور ان پر ریسرچ کی جانی چاہئے تاکہ ان مجاہدین کے نام صفحۂ ہستی پر باقی رہیں۔

حوالہ جات:

(۱) سفینۃ الاولیاء مصنفہ دارہ شکوہ قادری، ص: 322 مطبوعہ مدرسہ آگرہ 1853ء۔

(۲) Bagar the Beritenta, 186 اور بنگالی قدیم مطبوعات۔

(۳) شاہی فرمان یکم محرم الحرام 1244ھ خط شکستہ فارسی۔

(۴) Gosh(J.m):sanyasi and Farir Raidersh اور بنگالی کی قدیم مطبوعات۔

نوٹ:۔ مضمون میں ذکر کردہ رپورٹیں اور فرامین شاہی خدا بخش لائبریری پٹنہ، اور اورینٹل پبلک لائبریری کلکتہ میں موجود ہیں، جن کی زیراکس خانقاہ مداریہ اور تکیہ داروں کے پاس بھی ہیں، مضمون میں موجود انہیں سے نقل کیا گیا ہے۔

☆☆☆

جنگ آزادی اور مجاہدین سلسلہ مداریہ

از قلم مفتی الشاہ غلام یحییٰ مصباحی وقاری

۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو ہمارا ملک بھارت آزاد ہوا اس آزادی میں ہندو مسلم سکھ کی برابر کی شرکت ہے سب نے مل کر انگریزوں سے جنگ کیا اپنی جان مال آل اولاد تن دھن کی قربانی دے کر اپنے خون سے بھارت کی زمین کو رنگین کر دیا۔ ایسا دردناک منظر تاریخ میں کم ملتا ہے!۔

اس ملک کی آزادی کا دن ہماری خوشی کا سب سے بڑا خوشی کا دن ہے جس دن کیلئے اس دیس کے بہادروں نے اپنا سب کچھ لٹا دیا تھا اپنی زندگی میں وہ یہ دن دیکھنا چاہتے تھے زندگی نے وفا نہ کیا ظالم انگریزوں کے ظلم وتشدد کے پھندے پر لٹک گئے انہیں پھانسیاں دیدی گئیں گولیوں سے بھون دیا گیا ان شہیدوں کے سامنے ان کے گھر جلا دئے گئے اولادوں ماؤں بیٹیوں کو آگ میں جلا دیا گیا۔ ظلم وجبر کی حد کر دی گئی ہر ہندو مسلمان ظالم انگریزوں کے ظلم کا شکار تھا اگر ہمارا مشترکہ کردار و عمل نہ ہوتا ہم نے مل جل کر انگریزوں سے مقابلہ نہ کیا ہوتا تو پھر ہم کو یہ آزادی کا دن کبھی بھی نہ ملتا آج بھی انگریز ہم پر مسلط ہوتے ہم ان کے غلام ہوتے ہماری اتحادی قوت نے ہمیشہ کیلئے اس ملک سے انگریزوں کا خاتمہ کر دیا تاریخ ہند کا یہ سنہرا باب ہمارے لئے ایک درس عبرت ہے ہمیں دشمن سے لڑنے کیلئے اور اپنے ملک کی ترقی اور حفاظت کیلئے ایک ساتھ رہنے کی ضرورت ہے جو لوگ ہندو مسلم کی یکتا اور آپسی پیار ومحبت پر حملہ آور ہیں اور آپسی اختلاف پیدا کر کے سیاسی مقصد کو پورا کرنا چاہتے ہیں انہیں اگر اپنے ملک کی محبت ہے تو ملک کو فرقہ واریت ہندو مسلم کی نفرت کی آگ سے بچائیں۔

کچھ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ بھارت کی آزادی میں مسلمانوں کی کوئی قربانی نہیں ہے یہ ایک صریح جھوٹ اور ناقابل تسلیم بات ہے بھارت کے ذرات یہاں کے کھنڈر محلات گواہ ہیں اشفاق اللہ خاں، بہادر شاہ ظفر، سلطان ٹیپو، مولانا رحمت اللہ کیرانوی، مولانا عنایت احمد، مولانا فضل حق خیر آبادی، مولانا احمد شہید وغیر ہم کثیر تعداد میں علماء وصوفیا کی جماعت نے پھانسیوں کے پھندوں پر چڑھ کر گولیاں کھا کر اس ملک کو آزاد کرایا ہے۔ میں صوفیاء کی جماعت میں مداریہ سلسلہ کے ایک بزرگ کا خصوصی تذکرہ کرنا چاہتا ہوں وہ ہیں حضرت مجنوں شاہ مداری میواتی جنہوں نے بھارت کی آزادی میں انگریزوں سے اپنی لڑائی لڑی کہ انگریزوں کے چھکے چھوٹ گئے انگریزوں کی ہوا نکل گئی تاریخ کی یہ سچائی یہ ہے کہ انگریزوں کے پہلے گورنر لارڈ کلائیو سے دو دو ہاتھ کر لینے کے لئے سید مجنوں شاہ مداری ملنگ شاہ مداریہ نے سراج الدولہ کی پلاسی کی جنگ میں شکست کھا جانے کے بعد انگریزوں کے سامنے سینہ سپر ہو گیا اور ہندوستان کی تاریخ گواہ ہے کہ راجے مہاراجے بادشاہ شہنشاہ جاگیرداروں کے زمینداروں یا بڑے سے بڑا کوئی بنیا یا تاجر انگریز کے مقابل نہیں آتا۔ انگریزوں مادر وطن کی آزادی کی خاطر گھوم گھوم کر ہندوستان میں مداریہ سلسلے کی دینی تبلیغ کرنے والے مداریہ سلسلے کا مجاہد سید مجنوں شاہ نے پہلا حملہ انگریزوں پر کیا جس کی وجہ سے انگریزوں کا پہلا گورنر لارڈ کلائیو تلملا گیا اور شہید مجنوں شاہ مداری نے ایک بار حملہ نہیں کیا بلکہ لگاتار مسلسل حملے کئے اور حملہ جاری رکھا جہاں انگریز مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر کے ساتھ 1857 میں شکست کے بعد سزا مقرر کی تھی وہاں اُسی جگہ 1757 میں جنگ آزادی جاری کرنے والے سید مجنوں شاہ مداریہ کے سلسلہ والوں کے ساتھ کتنا بھیانک سلوک کیا ہوگا زیادہ تر مداریہ سلسلہ والے ہی انگریز حکومت کے ظلم و جبر

وعتاب کے شکار ہوئے۔

آج بھی جو لوگ 1757 کی جنگ آزادی کی پہلی شروعات کو بھول گئے ہیں اور 1858 کو پہلی جنگ آزادی قرار دیکر پوری قوم کو دھوکا دیتے ہیں یہ اس زمانہ کی تحریک ہے جب نہ کوئی مسلک تھا نہ کوئی دیوبندی تھا نہ کوئی بریلوی تھا نہ اہلحدیث تھا نہ ایسی کوئی جماعت تھی جس نے تحریک آزادی میں حصہ لیا ہو کیونکہ ان کی بنیاد بہت بعد میں 1866 میں شروع ہوئی تھی چار طریقت کے سلسلے مسلمانوں میں ضرور تھے قادریہ، چشتیہ، مداریہ اور نقشبندیہ لہٰذا جو بھی پھانسی کے پھندے پر لٹکائے گئے ان میں زیادہ تر مداریہ سلسلہ کے لوگ تھے جن کو انگریز حکومت ہر لمحہ تلاش کرتی تھی مل جانے پر ان مداریہ سلسلہ والوں کو پھانسی پر یا آگ میں جلا کر مار دیا کرتے تھے سچائی یہ بھی ہے کہ مداریہ سلسلہ والوں کو اپنی شناخت چھپانی پڑتی تھی کیونکہ مادر وطن کی آزادی کی شمع جو مجنوں شاہ نے جلائی تھی مداریہ سلسلہ والے اس کو کبھی بجھنے نہ دیئے کسی نہ کسی صورت میں انگریزوں سے کہیں نہ کہیں مداریہ سلسلہ والے جنگ میں مصروف رہے بادشاہ بہادر شاہ ظفر اور مجنوں شاہ ملنگ کا تقابل کیا جائے تو مجنوں شاہ دین اسلام کی تبلیغ کرنے والے تھے زمرۂ صوفیاء اولیاء اللہ میں مرد مجاہد تھے تکیہ دار خانقاہی تھے جبکہ بہادر شاہ ظفر دہلی کا بادشاہ تھا دونوں شخصیتوں میں تقابلی جائزہ لیا جائے تو کافی فرق ہے ضرورت اس بات کی ہے کہ مکمل تحقیق کی جائے کہ انگریزوں نے مسلمانوں پر کیسے کیسے مظالم کئے وجوہات کیا ہیں سلسلہ مداریہ کو انگریزوں نے کیوں تباہ و برباد کیا ہے اور مرکز مکن پور شریف ضلع کانپور کو جلا کر خاک کر دیا اور دوبارہ اس مرکز کو آباد نہ ہونے دیا۔

تاریخ گواہ ہے کہ تعلیمی وروحانی مرکز دعوت دین مکن پور شریف جس کی بنیاد سیدی بدیع الدین زندہ شاہ مدار رحمۃ اللہ علیہ نے رکھی تھی پانچویں یا چھٹویں پڑی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تھے دن کی تبلیغ کی غرض سے ہندوستان میں آئے تھے انگریزوں کو جو مراعات شاہ شجاع نے دی تھی اور جو مراعات مداریہ سلسلہ والوں کو 1659 میں دی تھی دونوں میں ہی کشمکش جاری تھی اس کی خاص وجہ یہ تھی کہ انگریزوں بھی مذہب عیسائیت کی تبلیغ ہندوستان میں کرنا شروع کر دی تھی بلکہ مداری سلسلہ والے مذہب اسلام کی تبلیغ انگریزوں کے آنے سے بہت پہلے سے کرتے چلے آرہے تھے مذہبی پرچار کو لیکر انگریزوں اور مداریہ سلسلہ والوں میں کشمکش کا سلسلہ 1659 سے جاری تھا 1757 میں یہ کشمکش مداریہ سلسلہ والوں اور انگریزوں میں جنگ کی شکل میں سامنے آگیا اور مداریہ سلسلہ کے روح رواں حضرت مجنوں شاہ نے ایک عرض ناگور کی رانی بھوانی کو دی کہ انگریز ہمارے دین کی تبلیغ ودعوت کے کام میں دخل اندازی کرتے ہیں اور ہم کو دینی تبلیغ سے روکتے ہیں لہٰذا انگریزوں کو ہمارے کام میں دخل اندازی سے روکا جائے جیسا کہ شیخ محمد اکرام نے اپنی کتاب رود کوثر میں لکھا ہے۔

ہندوستان میں تعلیمی مرکز مکن پور شریف کو انگریزوں نے جلا کر تباہ کر دیا اور پابندی لگادی کہ مداریہ فیضان العلوم کے دعوتی مرکز کو پھر دوبارہ قائم نہ کیا جائے اور انگریزی دور حکومت میں اس پر سختی سے عمل بھی کیا گیا اور مکن پور کو دوبارہ منظم نہ ہونے دیا گیا سید بدیع الدین زندہ شاہ مدار رحمۃ اللہ علیہ کے مبلغین علماء صوفیاء ملنگ حضرات شاہ فقراء کے قتل عام کا سلسلہ انگریزوں نے شروع کر دیا تھا۔ سیدنا سید بدیع الدین زندہ شاہ مدار کے فالوراوران کے ماننے والوں کا قتل عام کر کے نام ونشان کو مٹایا جارہا تھا جن علماء ومشائخ کو انگریزوں نے قتل کیا تھا وہ مداریہ سلسلہ کے تھے کیونکہ 1866 سے پہلے نہ دیوبندی علماء تھے نہ بریلوی نہ اہل حدیث علماء تھے مداریہ سلسلہ کے مبلغین ملنگ شاہ فقیر تکیہ دار حضرات جو صاحبان علوم ومعرفت تھے انگریزوں سے دعوت وتبلیغ کو لیکر جنگ شروع ہوگئی تھی۔

1763 میں مداریہ سلسلہ کے رہنما مجنوں شاہ مداریہ سے انگریزوں کی جنگ چھڑ گئی تھی اور یہ جنگ 1763 سے لیکر کسی نہ

کسی شکل میں 1925 تک مداریہ سلسلہ والے اور انگریزوں میں جنگ جاری رہی ۔1763 اور 1857 میں 100 سال کا فرق ہے۔1857 کی غدر کو جنگ آزادی کا نام لیکر علماء جب بھی تقریر کرتے ہیں کہ ہزاروں علماء قتل کر کے پیڑوں پر لٹکائے گئے وہ علماء کون تھے ۔ 1866 کے بعد کے وہ علماء نہیں تھے بلکہ 1866 کے پہلے کے علماء تھے جن کا تعلق مداریہ سلسلہ سے تھا وہی علماء شہید کئے گئے کیونکہ انگریزوں کی نظر میں مداریہ سلسلہ والے باغی تھے اور انگریزی حکومت کے خلاف تھے اور سچائی بھی یہی ہے کہ مداریہ سلسلہ والے باقاعدہ جنگ لڑ رہے تھے جنکی قیادت مجنوں شاہ مداری، سید مسکین شاہ مداری، سید انمی شاہ مداری، سید چراغ شاہ مداریہ اپنے اپنے وقت میں جنگ کی قیادت کرتے اور سب ساتھ بھی تھے۔تاریخ کی روشنی میں یہ طے شدہ بات ہے کہ انگریزوں سے مداریہ سلسلہ کی لڑائی برابر چلتی رہی اور کیا وجہ ہے آج بھی کچھ لوگ سلسلہ مداریہ سے لڑتے جھگڑتے رہتے ہیں انگریزوں کی طرح مداریہ سلسلہ کا نام ونشان مٹانے میں لگے ہوئے ہیں حضرت سید بدیع الدین زندہ شاہ مدار رحمۃ اللہ علیہ کو اکابر واعاظم اولیاء بھی کہتے ہیں اور آپ کی ذات سے منسوب مقامات مقدسہ کی تکذیب وتوہین بھی کرتے ہیں اور آپ کے جشن اور آپ سے کسی دینی پروگرام جلسہ وجلوس کی مکمل بغاوت بھی کرتے ہیں کہیں ایسا تو نہیں یہ بھی غدار وطن صادق اور میر جعفر کی طرح ہیں جنھوں نے شاہان ہند کے ساتھ غداری کر کے انگریزوں کو غالب کر دیا اور مغل بادشاہوں کے نام ونشان تک مٹا دیا ان کی حکومت کو خاک میں ملا دیا

انگریز ہندوستان سے جاتے جاتے مسلمانوں کے درمیان کچھ نہ کچھ اختلاف کی چیز چھوڑ گئے نہ جانے کتنے زرخرید مولویوں کے ذریعہ تصوف وطریقت کے نام پر کتابیں لکھا کر دین اسلام کو شدید نقصان پہونچایا کتاب سبع سنابل ضرور ایک بزرگ کی طرف منسوب ہے ہم حضرت سیدنا میر عبدالواحد بلگرامی کو بزرگ تسلیم کرتے ہیں لیکن آپ کی طرف منسوب کتاب سبع سنابل کو اس لئے الحاقی مانتے ہیں کہ اس کتاب میں درج بہت سی عبارتیں واقعات غیر شرعی ہیں جو آپ کے شایان شان نہیں ہیں یہ کتاب اس دور میں لکھی گئی جو انگریزوں کے فتنہ وشر کے بہت قریب کا دور تھا مسلمانوں کو خصوصا علماء کرام کو تحقیق سے جوبات ملے اس پر عمل کریں عوام اہل سنت کو فروعی مسائل میں الجھا کر مبادیات وعقائد کی در تک نہ پہونچائیں حق گوئی اور حق پسندی سے کام لیں مجھے اچھی طرح سے بھی معلوم ہے اہل سنت میں ایک گروہ ایسا ہے جو صرف اور صرف گروہ پسندی سے کام لے گا گروہ کے خلاف وہ جنت میں بھی جانا پسند نہ کرے گا۔مداریہ سلسلہ سے اس گروہ کو اتنی ہی نفرت ہے جتنی نفرت انگریزوں کو تھی۔سلسلہ مداریہ سے وابستہ دنیا کے تمام مداریہ حضرات کو اس گروہ سے ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے بقول حضور سیدنا حضرت مولانا سید ذوالفقار علی شیخ الہند علیہ الرحمہ اس گروہ کی آنکھیں حق دیکھنے سے اور کان حق سننے سے محروم ہے۔

سید مجنوں شاہ تکیہ دار مداریہ میواتی کا مختصر تذکرہ

تکیہ دار سید مجنوں شاہ مداریہ میواتی کیسے بے سروسامانی کے عالم میں انگریزوں عیسائی مشنری کے خلاف جہاد کا اعلان کر دیا اور منظم حکومت کی فوج سے جہاد میں لڑتے رہے انگریزوں نے لکھا ہے کہ سید مجنوں شاہ مداریہ میوتی تکیہ دار نے جہاد کے اعلان کے ساتھ ساتھ جہاد بھی شروع کر دیا۔اور جنگ کے دوران ایک مضبوط اور مستحکم جائے پناہ کی ضرورت کو محسوس کیا 1776 میں ضلع بوگرہ میں ایک مستحکم قلع تعمیر کروایا اور اس کا نام مہا استھان گڑھ رکھا یا مستان گڑھ رکھا ایک مدت تک شاہ فقیر سید تکیہ داروں کے جہادیوں کا مرکز بنا رہا۔

سید مجنوں شاہ مداریہ میواتی تکیہ دار کچھ عرصہ بعد ایک اور مرکز ان جہادیوں نے قائم کر دیا بوگرہ کے جنوب ۱۲ میل کے فاصلہ پر مدارگنج کے نام سے انہوں نے ایک اور مستحکم قلعہ کو مرکز بنایا

انگریزوں نے لکھا ہے کہ اللہ والے فقراء میوات اور شمالی ہندوستان سے بنگالی میں جنگ کرتے تھے۔

انگریزوں نے لکھا ہے کہ اللہ والے فقراء میوات اور شمالی ہندوستان بنگال میں آ کر یہ لوگ انگریزوں سے جنگ کرتے تھے۔ انگریزوں نے اپنے حوالے میں ان کے ہتھیاروں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ عجیب وغریب ہتھیار ہوا کرتے تھے اس کو رسی میں گھما کر جب وہ پھینکتے تھے تو اس سے آگ برستی تھی۔ گوریلا جنگ کو عام طو سے شب خون مارنے کو کہتے ہیں جس کو عام فہم زبان میں گوریلا جنگ کے نام سے جانا جاتا ہے مداریہ سلسلہ کے شہید و شاہ فقراء نے گوریلا جنگ کے طریقہ کار کو اختیار کیا تھا سب سے تیز گوریلا جنگ کی ایجاد کرنے والے یہی مجاہدین مداریہ سلسلہ والوں کے لشکر کا انگریز سرکار اس کی عیسائی مشنریوں کیمقابلہ 1763 میں ہوا یعنی کہ نواب سراج الدولہ جنگ پلاسی کی شکست کے 6 سال بعد انگریزوں سے جنگ شروع ہوگئی شیطان کالارڈ کلائیو اس وقت انگریزوں کا پہلا گورنر جنرل بن کر بنگال آیا تھا۔ اور ڈھاکہ میں انگریز لٹیر اوہاں کا سرکاری انچارج تھا۔1763 میں لشکر سید مجنوں شاہ مداریہ تکیہ دار کی قیادت میں سخت حملہ کیا گیا سرکاری انگریزوی فوج اور مجاہدین لشکر میں سخت مقابلہ ہوا انگریز کی سرکاری فوج شکست کھا کر بھاگ کھڑی ہوئی اور سرکاری کوٹھی پر سید مجنوں شاہ مداریہ کے مجاہدین کا قبضہ ہوگیا سرکاری انگریز انچارج لٹیر ااس قدر حواس باختہ ہوا کہ وہ کشتی میں سوار ہو کر ڈھاکہ سے فرار ہوگیا گورنر جنزل لارڈ کلائیو انگریز انچارج لسٹر کی اس بزدلی پر سخت ناراض ہو کر انچارج لسٹر کو بہت سرزنش کیا۔ گورنر جنرل لارڈ کلائیو اور تمام انگریز حکمرانوں مداریہ سلسلہ والوں کے بارے میں اچھے اچھے خیالات نہیں رکھتے تھے بدنام کرتے اور برا کہتے تھے تاکہ مداریہ سلسہ والوں سے لوگ نفرت کریں کوئی ان کی مدد نہ کرے یہ انگریزوں کی بہت پرانی سیاسی چال تھی۔ گورنر جنزل شیطان لارڈ کلائیو جب پہلا گورنر بن کر بنگال آیا تو اپنی شیطانی چالوں سے بنگال میں پہلی انگریزی حکومت قائم کر لی تھی جیسا کہ تمام مؤرخین نے لکھا ہے کہ لارڈ کلائیو کی شخصیت بہت ہی مکار وشاطر شیطانی صفت کی تھی شیطانی چالیں چلنے میں وہ بہت مشہور تھا سازشیں کرنے میں اس کا کوئی جواب نہیں تھا کہ اپنوں کو اپنوں سے لڑانے میں بہت مہارت رکھتا تھا۔ لارڈ کلائیو بحیثیت حکمراں ایک سفاک قسم کا انسان تھا لیکن اس کو سب سے زیادہ پریشانی ان اللہ والے مجاہدین لشکر مداریہ سے تھی کہ یہ تکیہ دار خانقاہی لوگ دین اسلام کا سبق پڑھانے والے معلم قلم کے بجائے ہاتھوں میں تلوار لیکر انگریزی حکومت کے سامنے سیسہ پلائی دیوار کی طرح کھڑے تھے۔ یہ گاؤں گاؤں، نگر نگر قصبہ شہر میں تکیہ دار شاہ فقیر مذہب اسلام کی اشاعت وتبلیغ کرنے والے عیسائی زہر پھیلانے والے پادریوں سے1659 سے لڑ رہے تھے مذہبی کشمکش دونوں طرف چل رہی تھی عیسائی مشن کا جنازہ نکالنے میں دن رات ایک کئے تھے پادری اپنا دھرم پھیلانے میں ہر جگہ ناکام ہوئے اسلام کا پرچم بلند ہوا۔70-60 سال بعد یہ مذہبی کشمکش نواب سراج الدولہ کی شکست کے بعد انگریزوں سے جنگ کی شکل میں سامنے آیا۔ ڈھاکہ کی سرکاری انگریزی کوٹھی پر قبضہ کے بعد انگریز سرکار پر مجاہدین لشکر کے حملے مسلسل اور تیز ہوگئے مجاہدین کے ان حملوں کا ٹارگیٹ خاص انگریز ہوتے تھے یا انگریز کمپنی ہوتی تھی اور انگریزوں کی کوٹھیاں ہوتی تھیں اور انگریزوں کے جو ہندوستانی ایجنٹ ہوتے تھے ان کے مکانوں کو نشانہ بناتے اور جو انگریزوں کے مخبر ہوتے ان کے مکانوں پر بھی حملے تیز کر دیا تھا۔ ظالم زمیندار، ظالم جاگیردار اور ظالم راجے مہاراجے نوابین پنشن خور اور وہ لوگ جو انگریزوں سے دوستی میں ملک بھارت کے غدار بن گئے تھے ان سب پر مداریہ لشکر کے مجاہدین قہر بن کر ٹوٹ پڑے تھے۔ 1775 کو دیناج پور کا انگریز انچارج جو کہ تیز وطرار تھا اپنی رپورٹ میں ایسٹ انڈیا کمپنی کو لکھتا ہے کہ تکیہ دار خانقاہی سید مجنوں شاہ مداریہ میواتی پانچ ہزار کا بڑا لشکر لیکر مجاہدین کے ساتھ صوبے

میں داخل ہو چکا تھا۔

1769 میں سرکاری انگریز کمپنی نے لیفٹیننٹ کیتھ کی قیادت میں منظم تربیت یافتہ انگریز فوج کو مجاہدین کے لشکر کو ختم کرنے کیلئے بھیجا گیا تھا تورنگ کے قریب انگریز سرکار فوج کے کمانڈر لیفٹیننٹ کیتھ کا سامنا تکیہ دار مجنوں شاہ مداریہ ملنگ کے لشکر سے ہوا دن بھر جنگ ہوتی رہی۔ انگریز کی فوج بھاگ کھڑی ہوئی اور لیفٹیننٹ کیتھ جنگ میں مارا گیا۔ 1771 میں انگریز اخیر ساحت کپتان رینٹل پٹنہ کمپنی کو اطلاع دیتے ہوئے لکھتا ہے کہ تکیہ دار خانقاہی سید مجنوں شاہ مداریہ میواتی ایک ہونہار مجاہدین لشکر کے ساتھ یہاں موجود ہے اور زیادہ تر مجاہدین لشکر مسلح ہیں وہ مغربی صوبے یعنی شالی ہند سے ایک ماہ قبل آئے ہیں۔

1771 کی اس جنگ میں انگریز لیفٹیننٹ فلمتھم سرکاری انگریزی فوج کا کمانڈر تھا تکیہ دار خانقاہی مجاہدین کا لشکر گوبند گڑھ کے پاس دس میل کے فاصلے پر قاضی پاڑہ کے قریب دو جھیلوں کے درمیان خیمہ زن تھا۔ فلمتھم نے اچانک ان مجاہدین لشکر پر حملہ کر دیا چاروں طرف سے انگریز حملے میں جواب میں مجاہدین لشکر نے پسپائی اختیار کر لی۔ سید مجنوں شاہ کے مجاہدین لشکر گھوڑوں پر سوار ہو کر مستان گڑھ کی جانب بھاگ نکلے۔ 1772 کو 25 جنوری کو ناٹور کا سپروائیزر اپنی انگریزی رپورٹ ایسٹ انڈیا کمپنی کو اطلاع دیتے ہوئے لکھتا ہے کہ تکیہ دار خانقاہی سید مداریہ مجنوں شاہ میواتی کے لشکر کے مجاہدین نے دیا رام زمیندار سے پانچ سو روپیہ بطور لگان وصول کئے۔ 1772 کو 22 فروری کے راج شاہی کے سپروائیزر نے انگریز کونسل ایسٹ انڈیا کمپنی کو اطلاع پہونچاتے ہوئے لکھا ہے کہ تکیہ دار خانقاہی مجنوں شاہ مداریہ میواتی دو ہزار لشکر مجاہدین کے ساتھ یہاں موجود ہے۔

1775 کا رنگ پور کا انگریز سپروائیزر ایسٹ انڈیا کمپنی کو مطلع کرتے ہوئے اطلاع دیتا ہے کہ تکیہ دار خانقاہی شہیدوں کے مجاہد کا لشکر سید مجنوں شاہ مداری کے زیر نگرانی گھوڑا گھاٹ میں جمع ہو گئے ہیں۔

1776ء 19 مارچ کو ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت کو فرانس گلیڈن اطلاع دیتا ہے کہ مجاہدین کا بڑا لشکر مستان گڑھ کے اطراف میں جمع ہو گیا ہے۔ جس کی قیادت خانقاہی سید مجنوں شاہ مداریہ میواتی کر رہا ہے۔

1776ء 24 مارچ کو فرانسیسی گلیڈن نے پھر انگریز سرکار ایسٹ انڈیا کمپنی کو اطلاع دی کہ مجاہدوں کا لشکر سید مجنوں شاہ مداریہ کی قیادت میں مستان گڑھ کی جامع مسجد پر عملاً قبضہ کر لیا ہے اور انگریز افسر فرانسیش کلیڈون کو انگریز حکومت کی ایسٹ انڈیا کمپنی 1776 کو کسی قسم کی امداد نہ بھیج سکی۔

1777 میں 22 اکتوبر کو انگریز گورنر جنرل وارن ہسٹنگ نے کمپنی کا باگ ڈور خود سنبھالی تھی اور خود ہی جنرل گورنر وارن ہسٹنگ کے صوبائی حکومت کو یہ پیغام دیا تھا کہ ابھی ابھی ایک نجی خط موصول ہوا ہے اور یہ اطلاع ملی ہے کہ تکیہ دار خانقاہی سید مجنوں شاہ مداری میواتی نے چند سالوں سے پوری حکومت کے صوبہ کے امن میں خلل ڈال رکھا ہے اس کو فوراً ختم کیا جائے۔

1785 میں مارچ کو لیفٹیننٹ کرو نے مجاہدین لشکر سے مقابلہ کیا یہ جنگ مستان گڑھ کے قریب ہوئی مجاہدین کے لشکر کی کل تعداد 400 سو تھی جو مسلح تھے جنگ میں بہت سارے سپاہی مارے گئے زخمی ہوئے اور لیفٹیننٹ کرو شکست کھا کر بھاگ نکلا۔

سید مجنوں شاہ کا وصال

1786 میں مجنوں شاہ کا وصال ہوا۔ 1786 کے بعد ریکارڈ میں مجنوں شاہ مداریہ کا نام نہیں ملتا ہے البتہ مجنوں شاہ مداریہ کے خلفاء کا تذکرہ ملتا ہے جو انگریزوں سے مشغول جنگ نظر آتے بعض کے نام یہ ہیں خانقاہی سید علی شاہ مداریہ، خانقاہی سید سبحان علی شاہ، خانقاہی سید بیر گل، شاہ مداریہ، سید چراغ علی شاہ مداریہ۔

☆☆☆

خانقاہی علوم کی ضیاپاشیاں

مفتی خوشنود خاں مشربی مداری، بریلی

اس عالم رنگ وبو میں جتنا بھی غوروفکر کیا جائے کم ہے انسان جتنا بھی دوڑ دھوپ کرلے گا اتنا ہی کامیاب ہوگا۔ یہ دنیا تنگ وتاریک ہے اس میں ظلمتوں اور کثافتوں کا ڈیرہ ہے انسان حظ نفسانی اور تلذذ پسندی کا اس قدر دلدادہ ہو چکا ہے کہ اُسے سہی اور غلط کا امتیاز نہیں رہا حالانکہ علوم ومعارف اور درج وعرفان کی محفلیں اس کے تدارک کیلئے ہر دور میں سجتی رہی ہیں اور اپنے ظرف کے مطابق ہرانسان نے اکتساب فیض کیا ہے۔ انسان کی قلبی تاریکی کو جس تیزی سے علوم اسلامیہ نے صاف کیا ہے اتنا کسی اور مذہب کی تعلیمات نے نہیں کیا۔

علوم ظاہری کے مدارس ومکاتب سلاطین اسلامیہ نے قائم کئے تاکہ نونہالان قوم ایک مضبوط ترین جماعت بناکر دنیا کے سامنے پیش کیا جائے۔ فتوحاتِ اسلام کے آغاز ہی مسلمانوں میں مختلف علوم وفنون شروع ہو چکے تھے بنوامیہ، بنوعباس کے سلاطین نے علوم ظاہری پر کافی زور دیا۔ نتیجتاً متعدد علوم وجود میں آئے تفسیر واصول تفسیر، حدیث اور اصول حدیث، فقہ واجتہاد، علم کلام فلسفہ ومنطق، صرف ونحو، بدیع وبیان، عروض واوزان، تاریخ وجغرافیہ وغیرہ۔ اس کے نتیجے میں بڑے بڑے محدثین وفقہاء وجود میں آئے جن سے ایک عالم نے فیض حاصل کیا۔ اور تاقیامت بزرگوں کا فیضان جاری وساری رہے گا۔

مگر جب ایک طرف تلوار وسنان کے ذریعے سلطنت اسلامیہ کو وسعت دی جارہی تھی تو اہلبیت کرام کا یہ غازی جسے ساری دنیا ابوعبداللہ الامام جعفر الصادق کے نام سے جانتی ہے کو گوشہ نشین ہوکر رضا الٰہی سے باطنی علوم ومعارف کے دریچے کھول رہا تھا۔ اس میں کئی شک نہیں کہ جمیع علوم کا مصدر ومرجع قرآن وسنت ہے وتبیانا لکل شئی کے تحت قرآن مقدس میں ہرشی کا روشن بیان ہے بس ضرورت ہے تجسس کی۔

مکاتب ومدارس میں جن علوم کی نشو ونما ہوئی انہوں نے واقعی وقت کی ضرورت کو پورا کیا عدل وانصاف کیلئے قوانین مرتب ہوئے شخصیت سازی کے مختلف زاویئے وجود میں آئے۔ فقہاء کرام کی کوشش واجتہاد سے مسائل کے حل کا ایک بہت بڑا ذخیرہ جمع ہوگیا جنہیں آج بھی متون وشروح اور فتاویٰ کی شکل میں دیکھا جاسکتا ہے۔ مگر افسوس آج تک وہ روحانی علوم وفنون در پردۂ راز ہیں جو خدا تک پہنچنے کا یقینی ذریعہ ووسیلہ ہیں۔ وہ روحانی علوم جودرسگاہ باب العلم سے ہوکر تصوف وتزکیہ کی تمام منازل تہہ کرکے متاخرین تک پہنچے اور آن کی آن میں ذرہ کو آفتاب اور سنگریزے کو ماہتاب بنادیا۔ بدحالی کو خوش حالی اور تنگدستی کو فارغ البالی میں بدل دیا۔ جن روحانی علوم کے ذریعے سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی وسیدنا خواجہ غریب نواز ومخدوم اشرف سمنانی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جیسی ہستیاں وجود میں آئیں جن روحانی علوم کے ذریعے تمام تر اختلافات کے باوجود محی الدین ابن عربی وسیدنا الامام محمد غزالی جیسے بزرگ ہمیں ملے جن کے طریقے پر چل کر لوگ آج بھی غوث وقطب ابدال بن جاتے ہیں۔ اولیاء کرام کی یہ وہ جماعت ہے جس کے قدموں میں وقت کے بادشاہوں کے تاج پڑے رہتے ہیں۔ یوں تو یہ میدان بہت وسیع ہے اگر لکھا جائے تو عمر طویل بھی ناکافی ہے۔ مگر ہم اپنے قارئین "رہبرنو" کو اصل موضوع کی طرف لاتے ہیں۔

مجھے اس بات سے کوئی انکار نہیں کہ ولایت کسب سے نہیں وہب سے ملتی ہے مگر یہ بھی مسلم ہے کہ بغیر کسب کے وہب نہیں

ہوتا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کی رضا کو تلاش کرنا اور تمام ممنوعاتِ شریعہ کا ترک کر کے اپنی مرضی کو خدا تعالیٰ کے سپرد کرنا بھی ایک بہت بڑا کام ہے بغیر فن کے سیر الی اللہ و سیر فی اللہ تک رسائی ممکن ہی نہیں۔ اپنے لطائفِ باطنی کو بیدار کرنے کیلئے اپنی روحانی اقدار کو وسعت دینے کیلئے باضابطہ قانون واصول کی ضرورت ہے اور وہ علوم وقوانین وضوابط کیا ہیں عہد حاضر میں تو عنقاء ہیں البتہ اسلاف ان فنون لطیفہ سے مالا مال تھے اور ہر سائل کا دامن بھر دیا کرتے تھے۔

لوگ پہلے بذات خود مجاہدہ ونفس کشی کر کے ۱۲-۱۲ سال تک گوشہ نشین ہو کر ابدال واغواث ہو جاتے تھے مگر ایک ہم ہیں کہ یہ بھی نہیں بتا سکتے کہ اس وقت خدا کی طرف سے فلاں شہر پر صاحب ڈیوٹی کون ہے؟

ہاں اگر خانقاہی علوم روحانی پر محنت کی جائے اور کسی پیر کامل سے مس ہو جائے تو ضرور عرفانِ رموزِ الٰہیہ کا مظہر ٹھہرے کیوں کہ سرکار سرکاراں سیدنا بدیع الدین احمد قطب المدار رضی اللہ عنہ کی ذات میں بیک وقت جمیع علوم ظاہریہ وباطنیہ موجود ہیں اگر تعلیمات قطب المدار پر قوم کی توجہ مرکوز ہو جائے تو آج بھی بڑے بڑے کیمیا گر پیدا ہو جائیں گے عظیم سائنسداں اور اغواث واقطاب معرض وجود میں آسکتے ہیں اور کرامات کا بکثرت ظہور ہو سکتا ہے۔

غیر منقسم ہندوستان وبیرون ہند میں خانقاہوں کا ایک جال ہے جہاں سے رشد وہدایت کے چشمے ہر وقت ابلتے ہیں مگر خانقاہ عالیہ مداریہ مکن پور شریف ایک ایسی خانقاہ ہے جہاں سے علوم ومعارف اور روحانی فیضان کا ایک سیلاب امنڈتا ہے اولیاء کبار اعاظم صالحین نے ہر دور میں فیض حاصل کیا ہے۔ اس سے قبل کئی رسالے سرزمین مکن پور شریف سے شائع ہو چکے ہیں جس میں سرکار سیدنا حضور مدار العالمین رضی اللہ عنہ کی سیرت وسوانح کا خاصا مواد ارباب فکر ودانش کی نظر نواز ہو چکا ہے مگر سیرت سید الاولیاء مدار العالمین رضی اللہ عنہ کا جو سب سے زیادہ دلچسپ اور اہم گوشہ ہے اس پر کما حقہ کام نہیں ہوا جس کے سبب اہل دنیا سرکار مدار پاک رضی اللہ عنہ کے علوم سے ناواقف ہیں۔ البتہ ایک مضمون مسمی ''کلہ سرمدار العالمین'' نظر سے گزرا تو واقعی اس نے اہل نظر کی توجہ اپنی طرف مبذول کی جس کے مضمون نگار ماہر طبعیات، استاذ حقیر ونجوم ......رہبر طریقت شاہ پیر حکیم سید علی شہید نیر جعفری آنولوی دامت برکاتہم القدسیہ ہیں جن کی قدم بوسی کر کے یہ فقیر اس میدان میں کچھ سوجھ بوجھ پیدا کر سکا ہے۔ متذکرہ بالا مضمون سے دراصل اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ شاید کوئی صاحب نظر سرکار سید بدیع الدین احمد قطب المدار رضی اللہ عنہ کے ان روحانی علوم پر قلم اٹھالے جن کے سبب ثابت ہو سکے کہ سرکار مدار العالمین کی ذات دیگر اولیاء اللہ میں منفرد المثال ہے۔

حضرت قبلہ حکیم نیر صاحب آنولوی مدظلہ العالی ودیگر مصنفین ومؤلفین نے جہاں بھی آپ رضی اللہ عنہ کی سیرت پر قلم اٹھایا ہے وہاں ان علوم، کیمیا، ہیمیا، سیمیا، ریمیا کا ذکر ضرور کیا ہے کہ مذکورہ علوم سرکار سیدنا مدار العالمین رضی اللہ عنہ کو حاصل تھے۔

آیئے جانتے ہیں کہ یہ علوم کیا ہیں؟ ان کی اہمیت وافادیت کیا ہے؟ ہم یہاں منجملہ دیگر اصناف کے محض علم کیمیا پر بات کریں گے جس کے بغیر خانقاہی نظام کی کوئی حیثیت ہی نہیں رہ جاتی ہے۔ جو ہر سالک اور راہِ طریقت کے مسافر پر لازم ہے اور خدا تک رسائل حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔

واضح ہو کہ طب وہ علم ہے جس میں انسان کی صحت ومرض کی بابت گفتگو کی جاتی ہے اب یوں سمجھیں کہ طب کی دو قسمیں ہیں۔

طب اصولی　　　　طب فروعی

پھر طب اصولی کی ذیلی اقسام بھی ہیں جن کا تفصیلی تذکرہ کرنا یہاں مقصود نہیں۔ طب فروعی کو ہی علم کیمیا یا علم جفر کہا جاتا ہے اب علم جفر کی بھی دو قسمیں ہیں۔

(۱) جعفر اخبار

(۲) جفر آثار

جفر اخبار کے ذریعے انسان ماضی وحال ومستقبل کے

خبروں کو حاصل کرتا ہے حروف کی ایک خاص ترکیب وترتیب سے مستحصلہ حاصل کیا جاتا ہے۔

جعفر ہی کو علم الحروف سے موسوم کرتے ہیں یوں تو جفر کی تاریخ بہت قدیم ہے، مگر اہمیت مسلمہ میں اہلبیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مشہور ومتعارف ہوا یہی وہ علم ہے جو سینہ بسینہ سرکار سیدنا مدارالعالمین رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ جفر اخبار کی ایک مثال ہم ذیل میں پیش کررہے ہیں جو وقت آنے پر بالکل درست ثابت ہوئی ایسی ہزاروں مثالیں اور حل شدہ مستحصلات مجھ خاکسار کے پاس موجود ہیں جو وقت سے پہلے ہی بہت سے رونما ہونے والے حوادثات اس فن شریف کے ذریعہ معلوم کرلئے گئے مگر ہم بطور مثال محض ایک ہی حل شدہ مستحصلہ پیش کریں گے تاکہ ہمارے قارئین بوجھل نہ ہوں اور اس فن کی حقانیت ثابت ہوسکے اور سمجھ میں آجائے کہ جفر کا ایک چھوٹا سا قاعدہ بھی کتنا عمدہ جواب دیتا ہے مثال درج ذیل ہے۔

مثال پیش کرنے سے قبل بتادینا ضروری ہے کہ جفر اخبار سے ہر قسم کا جواب حاصل کیا جاسکتا ہے یہ آپ کی مہارت وحذاقت پر موقوف ہے کہ حروف آپ سے کتنا مانوس ہوں گے۔

ہم نے درج ذیل سوال وقت سے پہلے ہی حل کیا اور جیسا جواب آیا من وعن وقت آنے پر وہی نتیجہ ظاہر ہوا۔

ہمارے ایک دوست محترم جناب نزاکت حسین صاحب ولدیت لطافت حسین ساکن موضع پرسونا ضلع بریلی کا فون آیا کہ حضرت ونیتا دیوی بنت رام وتی ضلع پنجاب صدر کا الیکشن لڑنا چاہتی ہیں ذرا حقیر سے ان کا سوال نکال کر دیکھیں کہ آیا جیت ہوگی یا نہ آخر ان کا سوال ڈالا گیا تو نتیجہ ہار کا نکلا جس کی حقیری کارروائی درج ذیل ہے۔

یا علیم۔ ونیتا گنگوار بنت رام وتی ۲۰۲۱ء میں ضلع پنجاب صدر بریلی یوپی الہند منتخب ہوگی یا نہ ۷رجون بروز دوشنبہ دو ہزار اکیس عیسوی۔

(۱) پہلے سوال کو بسط حرفی کیا بعدہ تخلیص کی اور اساس بنائی اس کے اعداد الفتح درج کئے تحت الاعداد حروف درجات دائرہ اہم درج کئے اور انہیں درجات کے مطابق متحصلہ حاصل کیا نیز مستحصلہ کو نظر منظوم دے کر ترتیب حقیر تیار کی بعدہ نظیرہ افتح دے کر نظیرہ نوحی تحریر کیا اور اس کے بعد دوبار موخر صدر کیا۔ نظیرہ باہم رتبہ سے جواب حاصل کیا مثالی حال درج ذیل ہے۔

اساس	١	٢	٣	٤	٥	٦	٧	٨	٩	١	٢	٣	٤	٥	٦	٧	٨	٩	١	٢
اعداد الفغ متعینہ	و	ن	ک	ت	ا	ک	ر	ب	م	ص	ل	ع	ج	ص	خ	ھ	د	ش	ر	س
حروف متصلہ	٢	١٨	٣	١٠	٢٤	١٧	٢٢	٩	٢٤	٣	١	١٢	٤	١٤	١٣	٨	١٠	٢	١	٢
نظیرہ منظوم	ب	ص	ج	ک	خ	ف	ت	ط	خ	ج	ا	ل	د	ن	ل	ح	ی	ب	ا	ب
	ج	ھ	ب	ث	و	ظ	ط	ت	خ	ب	ذ	س	ح	ق	س	د	ث	ج	ذ	ج
سرمکب	ب	ج	ھ	ظ	ث	و	و	ط	ت	س	ب	ذ	س	ح	ق	ج	د	ث	ج	ذ
نظیرہ افتح	ف	ظ	و	ج	ا	ھ	ھ	و	ص	ح	ف	ع	ح	س	پ	ظ	ط	ا	ظ	ع
نظیرہ نوحی	ج	م	ر	ف	س	ق	ق	ص	ل	ت	ج	ن	ت	ا	ع	م	ث	س	م	ن
موخر صدر ا	ن	ج	م	م	س	ر	ث	ف	م	س	ع	ق	ا	ق	ت	ص	ن	ل	ج	ب
جواب۔خود ناطق رہم	ت	ن	ج	ج	ل	م	ن	م	ص	س	ت	ر	ق	ش	ا	ف	ق	م	ع	س
رتبہ رنظیرہ		ن	ج	ل	ش	د	ن	م	د	ا	د	ب	X	ن	ا	ج	ا	م	ب	س

چلن ہے ۔ شد نادم بد انجام بن

تشریح: یعنی جو حالات اس وقت چل رہے ہیں اس اعتبار سے ندامت وشرمندگی ہوگی اور انجام بد میسر آئے گا۔ ونیتا الیکشن ہار جائیں گی۔

یہ سوال ۷رجون بروز دوشنبہ کو حل کیا گیا تھا اور ۳رجولائی ۲۰۲۱ء کو خبر ملی کہ ونیتا گنگوار ہار گئیں۔

علم روحانیت (حقیر) کا ایک چھوٹا سا قاعدہ کشف والہام اور واردات کا کتنا بہترین ذریعہ ہے تو پھر سیدنا حضور مدارالعالمین رضی اللہ عنہ جو کہ ان علوم خمسہ روحانیہ کیمیا، لیمیا، ہیمیا، سیمیا، ریمیا کے امام ہیں ان کے کشف کا عالم کیا ہوگا؟ اس کا اندازہ لگا پانا مجھ ذرہ کمترین کے بس کا کام نہیں یہی سبب ہے کہ اکابر اولیاء اللہ نے سلسلہ عالیہ مداریہ کے حصول کو اپنی سعادت اور خوش بختی کا ذریعہ سمجھا جس کا بین ثبوت یہ ہے کہ سلسلہ عالیہ مداریہ کا خرقۂ اجازت وخلافت ہندوستان کی ہر خانقاہ میں موجود ہے، مطولات میں مزید تفصیلات تلاش کریں۔

علم الحروف اخبار (لیمیاء) کی بھی بہت قسمیں ہیں جفر احمر۔ جفر ابیض، جفر اسود۔ جفر مصحف فاطمہ۔ جفر جامع ۔ جفر قطب المدار جن کی تفصیلات ان شاءاللہ آئندہ مجلات میں ملاحظہ کریں گے۔

یوں تو ہم مذکورہ بالا علوم خمسہ میں سے ہر ایک پر سیر حاصل گفتگو کرنا چاہتے ہیں مگر بخوف طوالت سلسلے وار پیش کریں گے یہاں صرف علم الحروف کی قسم ثانی "جفر آثار" کی ایک مثال پیش کرتے ہیں۔

واضح ہو کہ جس طرح عربی عبارت خوانی کیلئے صرف ونحو لازم ہیں اور قرآن کے معانی ومفاہیم کی گہرائی سمجھنے کیلئے علم بدیع وبیان فصاحت وبلاغت اور لغت ضروری ہے بعینہ اسی طرح علم الحروف کے حصہ آثار میں بامراد ہونے کیلئے علم نجوم، علم الساعات، علم العزیمت، علم وضع المؤکلات کا جاننا از حد ضروری ہے۔ بغیر ان کے جفر کے حصہ آثار میں قدم رکھنا اندھیرے میں تیر چلانے کے مترادف ہے کیونکہ ہر عمل کو پڑھنے کے لئے سب سے پہلے اس کا عنصر معلوم کرنا مزاج معلوم کرنا، وقت کا تعین کرنا، ساعات کا تعین کرنا، بروج کا ذوی الاجساد ہونا یا منقلب وثابت ہونے کو جاننا لازم ہوتا ہے اور یہ سب علم توقیت پر مبنی ہے یہی وجہ ہے کہ بہت سے احباب کتابوں میں دیکھ کر بغیر اجازت عمل پڑھنے لگ جاتے ہیں تو یا تو رجعت کا شکار ہو جاتے ہیں یا پھر کسی نتیجے پر نہیں پہنچتے پھر شکوہ شکایت کرتے ہیں کہ فلاں عمل کرنے سے ہمارا کام نہیں ہوا یا ہم نے عمل پڑھا تو بہت مگر کچھ اثر نہیں دکھا۔

میرے عزیز اثر تو تب ہی ہوگا جبکہ کوئی عمل اپنے اصول وضوابط کے مطابق ہوگا۔ بغیر اصول کے دنیا میں کچھ نہیں ہوتا بغیر اصول کے تو نماز وروزہ بھی نہیں ہوگا چہ جائیکہ دیگر اعمال۔

خانقاہی علوم اور مجاہدات کے ذریعے انسان اپنی صحت وفکر عزت وناموس کو چار چاند لگالیتا ہے۔ اللہ ورسول کی رضا وخوشنودی تو حاصل ہوتی ہی ہے مگر دنیوی تسخیر بھی ایسی ہو جاتی ہے کہ سلاطین وامراء زمانہ اللہ والوں کی دہلیز پر اپنی پیشانی رگڑتے اور گھٹنوں کے بل چلتے نظر آتے ہیں۔ روحانی خانقاہی علوم انسان کو ہر اعتبار سے اتنا مضبوط کردیتے ہیں کہ دنیا کی کوئی طاقت جھکا نہیں سکتی اب ہم بلا کم وکاست علم الحروف یعنی علم جفر حصہ آثار کا ایک ایسا قاعدہ پیش کررہے ہیں جس کو اپنانے کے بعد کسی بھی کام کا ہو جانا اتنا ہی ضروری ہے جس طرح سورج کا مشرق سے نکلنا اگر قوانین کو ملحوظ رکھا تو یقین جانئے یہ عمل انسان کو فائز المرام اور مراد کرے گا۔ یہ میرا ذاتی تجربہ ہے۔ یہاں ایک بارت کی اور وضاحت کردوں کہ آج تک امت مسلمہ کو ڈرایا جاتا رہا ہے کہ فلاں عمل نہ کرو عملیات میں اپنا وقت نہ لگاؤ جنات حاضر ہو جاتے ہیں انسان پاگل دیوانہ ہو جاتا ہے، آدمی برباد ہو جاتا ہے۔ مؤکلین ہمیشہ پریشان کرتے رہتے ہیں وغیرہ وغیرہ اس طرح کے مفروضے اتنے عام کردیئے گئے ہیں کہ ایک عام مسلمان عملیات کے تصور سے ہی کانپنے لگتا ہے اور اس طرح روحانی علوم کا سخت ترین نقصان ہورہا ہے اہل اور صاحب فن پیدا نہیں ہورہے اور نااہل ان کی کرسیوں پر بیٹھ کر اپنی جیب بھرائی اور لوٹ پاٹ کا کام انجام دے کر اس فن لطیف کو بدنام کررہے ہیں۔

میرے عزیز! یاد رہے کہ کوئی بھی غیر مرئی مخلوق کسی بھی عامل کے سامنے مجسم ومتشکل ہو کر صورۃً یونہی ظاہر نہیں ہوتے

جب تک انسان میں ان کو قبول کرنے کی صلاحیت اور انہیں دیکھنے کی طاقت پیدا نہیں ہو جاتی اور جب انسان کامل استاذ کی رہنمائی میں عملیات کی ریاضتوں کو انجام دے تو کیا مجال ہے کہ کوئی موکل یا جن وغیرہ کسی کا ایک بال بھی بانکا کر سکے۔ یہ توان حضرات کے ساتھ ہوتا ہے جو عملیات کی ابجد سے بھی واقف نہیں ہوتے اور شوق میں یونہی بغیر اجازت عمل کرنے بیٹھ جاتے ہیں۔ خیر آیئے میں سرکار سیدنا مدار العالمین رضی اللہ عنہ علم الحروف کا پاک ''قاعدہ آثار'' پیش کر رہا ہوں۔

واضح ہو کہ عملیات میں یہ ایک عظیم قانون ہے کہ حاجت کے مطابق اسم الٰہی، بروج، کواکب اور موکل کا استخراج کر کے دعوت کا آغاز کرنا چاہیئے۔ پھر دعوات و عملیات روحانیت کے بہت سے قواعد ہیں جیسے (۱) طریقہ زہریر (۲) طریقہ تنبیہ (۳) طریقہ مجموعے) (۴) طریقہ مداریہ ہم یہاں صرف طریقہ مداریہ پیش کر رہے ہیں۔

طریقہ مداریہ

جو ہو اعداد مسمی اس کے ۲۸ ہر طرح کرلے جو باقی رہے اس کے موافق ابجد سے حروف حاصل کرلے مثلاً حرف الف کے اعداد ابجد عربی عددی سے ۱۱۱ ہیں جب آٹھائیس پر تقسیم کیا تو ۲۷ باقی رہے ابجد میں ستائیسواں حرف ظا ہے پس اعداد ظا کو موافق اکائی یا دہائی یا سینکڑہ، یا ہزار دفعہ کر کے چالیس دنوں تک اس طرح پڑھے۔ یا اسرائیل یا آئیل بحق یا ظا (عامل کامل اول ص ۱۰۶) یہ تو رہا ایک قاعدہ جسے جفر میں قاعدہ ''مداریہ'' کہا جاتا ہے جس کے تحت عمل کر کے ولایت کے درجات کو انسان بآسانی چھو سکتا ہے۔ اب ہم ایک قاعدہ روزمرہ کی ضروریات ترقی روز و کاروبار کا پیش کر رہے ہیں جس سے قارئین رہبر نو مستفید ہو سکیں۔

ترقی روزگار کیلئے یہ قاعدہ بہتر ہدف ہے۔ ذرا سی محنت کر کے کوئی بھی صاحب صلاحیت کامیاب ہو سکتا ہے۔ قاعدہ کیا ہے؟ ایک جلتا جادو ہے جس نے بھی تیار کیا یا ہمارے یہاں سے تیار کرا کے استعمال کیا وہ کبھی اپنے مقصد میں ناکام نہیں ہوا۔

طریقہ یہ ہے۔

اپنے نام مع والدہ اور اپنے مقصد کے تمام حروف کو بسط حرفی یعنی جدا جدا کر کے لکھے مثلاً حامد ابن شکیلہ کیلئے رزق کی ترقی کا عمل کرنا ہے تو جملہ اس طرح لکھیں گے۔

''حامد شکیلہ ترقی رزق'' اب اس جملے کو الگ الگ حروف میں لکھ کر اس طرح سطر تیار کریں گے۔

ح ا م د ش ک ی ل ہ ت ر ق ی ر ز ق

اب ان حروف کو عناصر کے اعتبار سے لکھ کر ان کے کل اعداد نکالیں گے۔

		اعداد
ام ش ہ	آتشی	۳۴۶
ک ک ت	بادی	۴۲۰
ک ز ق ق	آبی	۲۲۷
ج د ر ر ل	خاکی	۴۴۲

ان میں سے زیادہ اعداد خاکی حروف کے ہیں دوسرے نمبر پر زیادہ اعداد بادی حروف کے ہیں تیسرے نمبر زیادہ اعداد آتشی حروف کے ہیں اور سب سے کم اعداد آبی حروف کے ہیں۔ اعداد کی مناسبت سے اب ایک دوسری سطر تیار کریں اس سطر میں سب سے پہلے ان حروف کو لکھیں جن کے اعداد سب سے زیادہ ہیں پھر ان حروف کے اعداد لکھیں جو دوسرے نمبر پر ہیں پھر ان کو لکھیں جن کے اعداد تیسرے نمبر پر ہیں اور آخر میں ان حروف کو لکھیں جن کے اعداد سب سے کم ہیں یہ سطر مذکورہ مثال میں اس طرح بنے گی۔

ح د ر ر ل ی ی ت ا م ش ہ ک ز ق ق

چونکہ اس مثال میں سب سے زیادہ اعداد خاکی حروف کے ہیں اس لئے عمل کرتے وقت اپنا رخ جنوب کی جانب کیا

جائے گا۔ اس مثال میں تمام حروف کے کل اعداد ۱۴۳۵ ہیں اس میں سے ۳۰ قانون کے کم کئے تو ۱۴۰۵ باقی رہے انہیں چار سے تقسیم کیا تو خارج تقسیم ۳۵۱ آیا اور تقسیم کے بعد ا باقی رہا گویا نقش کسر ے گا اور تیرھویں خانے میں ا کا اضافہ ہوگا۔

علم جفر کی اس کارروائی میں چونکہ سطر عمل میں سب سے پہلا حرف (ح) ہے اس لئے ح سے شروع ہونے والا اللہ کا صفاتی نام اٹھائیں کے اور عنصر کے اعتبار سے جو مؤکل ہو اس کا نام اٹھائیں گے ح سے شروع ہونے والا اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام حسیب ہے۔ اور خا کی حروف کا مؤکل جبرائیل ہے اب اس عمل کی عزیمت اس طرح بنے گی۔

اُقسمت علیکم یا ملائکۃ ہذا باسط الحروف ح د ر ر ل ی ی ت ام ش ھ ک ز ق ق یا جبرائیل بحق یا حسیب

حامد ابن شکیلہ کے کاروبار میں وسعت پیدا کرو۔

عمل کے وقت عنصر کے اعتبار سے زعفران کی دھونی لینی چاہئے نقش تیار کرنے کے وقت اسی سطر کے حروف کو نقش کے چاروں طرف لکھ دیں اور نقش کے چاروں کونوں پر چاروں فرشتوں کے نام لکھ دیں اور عنصر کے اعتبار سے صدقہ ادا کر کے اس نقش کو ہرے کپڑے میں پیک کر کے اپنے سیدھے بازو میں باندھ لیں اس نقش کو تیار کرنے کا وقت یہ ہے۔

قرآن عطارد و مشتری

قرآن شمس و مشتری

تثلیث عطارد و مشتری

تثلیث شمس و مشتری

ان اوقات کا اندازہ کرنے کیلئے کسی بھی تقویم کو پیش نظر رکھیں یا ہم سے رابطہ کریں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ نقش کو بازو میں باندھنے کے بعد ۲۱ دن کے اندر اندر کاروبار میں حیرت ناک ترقی ہوگی۔ اور رزق کے دروازے ہر طرف سے کھل جائیں گے۔ مذکورہ مثال کا نقش اس طرح تیار ہوگا۔

نقش چونکہ غلبہ خا کی رکھتا ہے لہٰذا خا کی چال سے نقش تیار ہوگا۔

٧٨٦

ام ش ھ

جبرائیل میکائیل

٣٦٦	٣٥٤	٣٥٥	٣٦٠
٣٥٦	٣٥٩	٣٦٧	٣٥٣
٣٦٢	٣٥٧	٣٥٢	٣٦٤
٣٥١	٣٦٥	٣٦١	٣٥٨

اسرائیل عزرائیل

ک ک ت

اقسمت علیکم یا ملائکۃ یا باسط الحروف ح د ر ر ل ی ی ت ام ش ھ ک ز ق ق یا جبرائیل بحق یا حسیب

حامد بن شکیلہ کے کاروبار میں وسعت پیدا کرو۔

خانقاہی علوم میں سے علم جفر اخبار و آثار دونوں کی ایک ایک مثال پیش کر دی تا کہ انسان دونوں سے فائدہ اٹھا سکے۔ علوم روحانی خانقاہی طب و طلسمات کیمیا گری نفس کشی وغیرہ زندگی کے ہر شعبے کو محیط ہے ان شاء اللہ آئندہ کسی مضمون میں دعاء سیفی کی تشریحات و اعمال پیش کئے جائیں گے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ روحانی علوم کی روشنی ظاہر و باطن کو یکساں طور پر درخشاں و تابندہ کر دیتی ہے۔

☆☆☆

جنوبی ہندوستان کی حکومتوں میں خاندیشوں کی اہمیت

عبدالعزیز دھلیا، مہاراشٹر

سنت پڑا کی تاریخ ہزاروں سال پرانی ہے۔ ویدک ادب میں سنت پڑا کا ذکر کشک کے طور پر درج ہے۔ رامائن مہابھارت میں بھی سنت پڑا کا ذکر آتا ہے۔ اس علاقے میں آمدورفت کے ذرائع آج بھی میسر نہ ہونے کے باوجود ہزاروں سال پہلے مختلف راجاؤں نے یہاں حکومت (اقتدار) قائم کیا۔ پانڈوں کی تاجداری قبول کرنے والا یوناشو کے تورن مال کے علاقہ میں حکومت کرنے کا ذکر ہے۔ یوناشو سے لیکر اب تک آزادی حاصل ہونے تک کے زمانے تک سنت پڑا کے علاقوں میں حکومتیں اور سلطنتیں رہی ہوں گی ان کی عظمت کی نشانیاں اپنے جسم اور کاندھوں پر لئے پہاڑی سلسلہ کی گود میں سنت پڑا آج بھی موجود ہے۔

مغربی خاندیش جیسا کہ تقسیم سے قبل کا دھولیہ ضلع فی الحال کا نندربار ضلع 1998 کو وجود میں آیا۔ یہ نندربار ضلع جنگل باسی ضلع کے طور پر جانا جاتا ہے۔ اس ضلع میں جنگل باسیوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ جس میں خاص طور سے تلودا، شہادا، اکل کنواں، دھڑگاؤں یہ ست پُڑا کی ڈھلان کے تعلقوں میں بھیل، ڈونگری، بھل (متھ واڑ) اور پاورا ان خاص جماعتوں کا قیام نظر آتا ہے۔ ان بھلوں کی آزادی سے قبل خاص طور سے ان تعلقوں میں ریاستیں تھیں۔

بھلوں کو خاندیش میں سلطنت ملنے سے قبل سنت پُڑا میں اکرانی محال یہ ریاست قائم تھی۔ ایسا تاریخ میں درج ہے۔ اکرانی محال کے ساتھ ہی ست پڑا میں متھ واڑ یہ ریاست بھی تھی۔ ان سلطنتوں کی تاریخ سب سے پہلے دیکھیں گے۔

اکرانی محال عرف اکرانی محل

آج یہ محل شکستہ حالت میں ہے اکرانی یہ مہارانا پرتاپ کی بہن ہلدی گھاٹ کی جنگ میں رانا پرتاپ کو شکست ہوئی اُس وقت مسلمانوں کے حملے سے محفوظ رہنے کے لئے مہارانا پرتاپ کی بہن اکرانی اپنے وفادار راجپوتوں کے ساتھ اکرانی کی ٹیکڑیوں پر جنگلوں میں بس گئی۔ اپنا خاندان و مذہب کی شناخت قائم رکھنے کے لئے انہوں نے اس علاقے کا سہارا لیا ایسا کہا جاتا ہے۔ اس وقت اکرانی اسی محل میں مقیم رہی ایسا کہتے ہیں یہ ضلع یعنی تاپی ونرمدا ان ندیوں میں ست پڑا پہاڑ کا سپاٹ علاقہ تھا۔ اس علاقہ میں 172 گاؤں ہیں۔ اس ضلع کی تاریخ بہت حد تک آج موجود نہیں ہے۔ مشہور تارخ داں ایل کے بھارتیہ انہوں نے اپنے تحقیقی مقالوں میں ست پڑا کے پہاڑی جگہوں میں اکرانی کے قریب سنگ پور، پرتاپ پور، کاٹھی ان ریاستوں کے متعلق لکھا ہے۔ مہاراشٹرین علمی لغت باب۔ ٦ میں اکرانی کے محل کے متعلق درج ہے۔ اس کے جنوب میں نرمدا اور مشرق میں نجانی سلطنت، تورن مال شمال جانب سلطان پور وکگر منڈے مغربی جانب کاٹھی سلطنت تھی۔ جنوبی سمت نرمدا ندی تک کا علاقہ پہاڑی ملک کے مقامی سردار کے قبضے میں تھا۔ سن 1700 کے بعد یہ علاقہ دھروائی کی رانی کے قبضے میں گیا۔ اس وقت رانا گمان سنگھ نے اکرانی کا قلعہ تعمیر کرنے کا ذکر ہے۔ یہ رانا گمان سنگھ کاٹھی سلطنت کے بانی تھے۔ ان کا تعلق ادے پور کے علاقوں سے تھا۔ اسی نقطہ نظر سے پاورا لوگوں کا راجپوت لوگوں سے تعلق آتا ہے۔ اکرانی محل کی طرف جانے کے لئے آج بھی سادہ پیدل راستہ نہیں ہے۔ اس دور دراز کے علاقے میں اس محل کی تعمیر کس طرح کی گئی کوئی نہیں جانتا۔ محل سے کچھ فاصلے پر ابھرتی یہاں پر رانی کا جل کا مندر ہے۔ یہ مندر اکرانی راج پاٹ کے وقت سے

موجود ہونے کا دعویٰ یہاں کے لوگ کرتے ہیں۔ چار پیڑھیوں کے بعد گمان سنگھ کے خاندان کا خاتمہ ہوکراس علاقہ میں خانہ جنگی پھیل گئی۔ بعد میں مت وار کا رانا بھاؤ سنگھ نے اس ضلع پر اپنی حکومت قائم کی۔ اوراس نے روشن مال کا قلعہ (فی الحال خستہ ہوگیاہے) تعمیر کیا تھا۔

اکرانی کے قیام کے باعث اکرانی محال کے علاقہ اکرانی محل کے نام سے جانا جانے لگا۔ جبکہ مت وار یعنی موتیا بھیل عرف متھا بھل کی ریاست آج شمالی مہاراشٹر کے دھڑ گاؤں علاقہ گجرات ریاست میں پاداگڑھ ومدھیہ پردیش میں متھ واڑ تک پھیلی تھی۔ اس قوت لوگ جنگل صاف کر کے جھوم طریقے سے کھیتی کرتے تھے اس لئے متھا بھل لوگوں سے کرہاڈ کر۔

متھ واڑ کا راجہ موتیا بھل یہ اپنے جنگل کے طریقوں پر اپنی ریاست کا کاروبار چلاتا تھا۔ آنند دیو راٹھور نے اپنے تین ٹھاکر متھا بھل کو قتل کرنے کے لئے بھیجے یہ جنگل میں چھپ چھپ کر متھ واڑ ریاست میں داخل ہوگئے۔ انہوں نے نرمدا کے کنارے پر موجود سکر جا گاؤں میں ایک کرنی کے درخت کے نیچے قیام کیا اس بھیانک جنگل میں رات کو باری باری پہرہ دے کر سوتے تھے۔ اس جنگل میں خونی آدم خور شیر تھا آس پاس کے لوگوں میں اس کا بہت ڈر تھا۔ ان تین ٹھاکروں نے اس شیر کا شکار کیا۔ جس کی وجہ سے سکر جا گاؤں کو اس شیر سے نجات ملی۔ شیر کو مارنے کی خبر گاؤں کے پاٹل نے متھ واڑ کے متھا بھل راجہ کو دی۔ متھا بھل نے واقعات کی سچائی اپنے سپاہیوں کے ذریعے حاصل کرنے کے بعد ان تینوں کو پکڑ کر لانے کا حکم دیا۔ ان کی بہادری کے صلے میں متھا بھل نے انہیں جاگیر تحفے میں دے کر گاؤں میں (اپنی ریاست میں) قیام کرنے کی اجازت دی۔ کچھ سال ایمان وار رہ کر ان تینوں نے متھا بھل عرف سوتیا بھل کا اعتماد حاصل کیا اور اندل پوجن کے دن غداری اور دھوکے سے انہوں نے متھا بھل کا قتل کر دیا۔ متھا بھل بے انتہا طاقتور تھا کسی بھی ہتھیار سے وہ نہیں ڈرتا تھا اس کے پاس غیر مرئی طاقت (جادو ٹونا) کی وجہ سے وہ صرف بانس کے بنے ہتھیار سے ہی مرے گا اور اس کی موت دسہرہ کے موقع پر ہی ممکن ہے یہ جاننے کے بعد منصوبہ بند طریقے سے اُسے مارا گیا۔ اس کے باوجود ان تینوں کے دل میں ڈر تھا کہ وہ اپنے اندر کی غیر فطری طاقت سے زندہ ہو جائے گا اس لئے اس کے مردہ جسم کے الگ الگ اعضاء علیحدہ علیحدہ مقامات پر گاڑے گئے۔ دھڑ گاؤں یہاں پر دھڑ دفن کرنے کی وجہ سے اکرانی محل کے مقامی لوگوں کی کہانیوں کے مطابق دھڑ گاؤں یہ نام پڑا۔

1818 تک اکرانی، دھڑ گاؤں ضلع ہرمت وار کے رانا بھاؤ سنگھ نے راج پاٹ کے بعد برٹش سرکار نے اس گھرانے کو 2868 روپیہ پنشن طے کردی۔

بھلوں کی پہلی ریاست ساگ بارا کمار یہ وساوے کو ملی تھی جواب گجرات ریاست میں ہونے کی وجہ سے مغربی خاندیش کی بھل ریاستوں کے ذکر وقت اسے علیحدہ رکھا گیا ہے لیکن اس کا حوالہ بار بار آتا ہے۔

(ا) کاٹھی

ست پڑے کی پیشانی پر میواس ریاستوں میں سے خاص اور بڑی ریاست تھی یہ ریاست بنیادی طور سے بدھاول میں تھی۔ یہاں کا راجہ پہلے بدھاول سلطنت کا والی تھا لیکن 1845 میں بدھاول کی سلطنت بے اولاد مرجانے کی وجہ سے اس ریاست کو انگریزوں نے اپنے قبضے میں لیا اور یہ والی ریاست کی آزاد سلطنت قرار پائی۔

اس کا سرنیم اور خاندانی نام پاڑوی تھا، کاٹھی، نالا، سنگ پور یہاں کی ریاستوں سے تعلقات، شادی بیاہ کی نسبت میواڑ ہی تھا۔ اس نے اپنی بنیادی میواڑی تہذیب کو ترک نہیں کیا تھا۔ رگھو ویر سنگھ یہ کاٹھی ریاست کے ایک وارث ان کی بیوی جے پور کی رہنے والی تھی۔ اس ریاست کی عورتوں کا لباس پوری طرح سے میواڑ تہذیب کے قریب تھا۔ رگھو ویر کی بیوی ان حالات کو نبھانہ

جنوبی ہندوستان کی حکومتوں میں خاندیشوں کی اہمیت

عبدالعزیز دھلیا، مہاراشٹر

سنت پڑا کی تاریخ ہزاروں سال پرانی ہے۔ ویدک ادب میں سنت پڑا کا ذکر کشک کے طور پر درج ہے۔ رامائن مہابھارت میں بھی سنت پڑا کا ذکر آتا ہے۔ اس علاقے میں آمدورفت کے ذرائع آج بھی میسر نہ ہونے کے باوجود ہزاروں سال پہلے مختلف راجاؤں نے یہاں حکومت (اقتدار) قائم کیا۔ پانڈوں کی تاجداری قبول کرنے والا یوناشو کے تورن مال کے علاقہ میں حکومت کرنے کا ذکر ہے۔ یوناشو سے لیکر اب تک آزادی حاصل ہونے تک کے زمانے تک سنت پڑا کے علاقوں میں حکومتیں اور سلطنتیں رہی ہوں گی ان کی عظمت کی نشانیاں اپنے جسم اور کاندھوں پر لئے پہاڑی سلسلہ کی گود میں سنت پڑا آج بھی موجود ہے۔

مغربی خاندیش جیسا کہ تقسیم سے قبل کا دھولیہ ضلع فی الحال کانڈربار ضلع 1998 کو وجود میں آیا۔ یہ نندربار ضلع جنگل باسی ضلع کے طور پر جانا جاتا ہے۔ اس ضلع میں جنگل باسیوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ جس میں خاص طور سے تکودا، شہادا، اکل کنواں، دھڑگاؤں یہ ست پڑا کی ڈھلان کے تعلقوں میں بھیل، ڈونگری، بھل (متھ واڑ) اور پاورا ان خاص جماعتوں کا قیام نظر آتا ہے۔ ان بھلوں کی آزادی سے قبل خاص طور سے ان تعلقوں میں ریاستیں تھیں۔

بھلوں کو خاندیش میں سلطنت ملنے سے قبل سنت پڑا میں اکرانی محال یہ ریاست قائم تھی۔ ایسا تاریخ میں درج ہے۔ اکرانی محال کے ساتھ ہی ست پڑا میں متھ واڑ یہ ریاست بھی تھی۔ ان سلطنتوں کی تاریخ سب سے پہلے دیکھیں گے۔

اکرانی محال عرف اکرانی محل

آج یہ محل شکستہ حالت میں ہے اکرانی یہ مہارانا پرتاپ کی بہن ہلدی گھاٹ کی جنگ میں رانا پرتاپ کو شکست ہوئی اُس وقت مسلمانوں کے حملے سے محفوظ رہنے کے لئے مہارانا پرتاپ کی بہن اکرانی اپنے وفادار راجپوتوں کے ساتھ اکرانی کی ٹیکریوں پر جنگلوں میں بس گئی۔ اپنا خاندان و مذہب کی شناخت قائم رکھنے کے لئے انہوں نے اس علاقے کا سہارا لیا ایسا کہا جاتا ہے۔ اس وقت اکرانی اسی محل میں مقیم رہی ایسا کہتے ہیں یہ ضلع یعنی تاپی و نرمدا ان ندیوں میں ست پڑا پہاڑ کا سپاٹ علاقہ تھا۔ اس علاقہ میں 172 گاؤں ہیں۔ اس ضلع کی تاریخ بہت حد تک آج موجود نہیں ہے۔ مشہور تارخ داں ایل کے بھارتیہ انہوں نے اپنے تحقیقی مقالوں میں ست پڑا کے پہاڑی جگہوں میں اکرانی کے قریب سنگ پور، پرتاپ پور، کاٹھی ان ریاستوں کے متعلق لکھا ہے۔ مہاراشٹرین علمی لغت باب۔ ٦ میں اکرانی کے محل کے متعلق درج ہے۔ اس کے جنوب میں نرمدا اور مشرق میں نجانی سلطنت، تورن مال شمال جانب سلطان پور و گکر منڈے مغربی جانب کاٹھی سلطنت تھی۔ جنوبی سمت نرمدا ندی تک کا علاقہ پہاڑی ملک کے مقامی سردار کے قبضے میں تھا۔ سن 1700 کے بعد یہ علاقہ دھروائی کی رانی کے قبضے میں گیا۔ اس وقت رانا گمان سنگھ نے اکرانی کا قلعہ تعمیر کرنے کا ذکر ہے۔ یہ رانا گمان سنگھ کاٹھی سلطنت کے بانی تھے۔ ان کا تعلق ادے پور کے علاقوں سے تھا۔ اسی نقطہ نظر سے پاورا لوگوں کا راجپوت لوگوں سے تعلق آتا ہے۔ اکرانی محل کی طرف جانے کے لئے آج بھی سادہ پیدل راستہ نہیں ہے۔ اس دور دراز کے علاقے میں اس محل کی تعمیر کس طرح کی گئی کوئی نہیں جانتا۔ محل سے کچھ فاصلے پر ابھرتی یہاں پررانی کا جل کا مندر ہے۔ یہ مندر اکرانی راج پاٹ کے وقت سے

موجود ہونے کا دعویٰ یہاں کے لوگ کرتے ہیں۔ چار پیڑھیوں کے بعد گمان سنگھ کے خاندان کا خاتمہ ہوکر اس علاقہ میں خانہ جنگی پھیل گئی۔ بعد میں مت وار کا رانا بھاؤ سنگھ نے اس ضلع پر اپنی حکومت قائم کی۔ اور اس نے روشن مال کا قلعہ (فی الحال خستہ ہوگیا ہے) تعمیر کیا تھا۔

اکرانی کے قیام کے باعث اکرانی محال کے علاقہ اکرانی محل کے نام سے جانا جانے لگا۔ جبکہ مت وار یعنی موتیا بھیل عرف متھا بھل کی ریاست آج شمالی مہاراشٹر کے دھڑ گاؤں علاقہ گجرات ریاست میں پاوا گڑھ ومدھیہ پردیش میں متھ واڑ تک پھیلی تھی۔ اس قوت لوگ جنگل صاف کر کے جھوم طریقے سے کھیتی کرتے تھے اس لئے متھا بھل لوگوں سے کر ہاڑ کر۔

متھ واڑ کا راجہ موتیا بھل یہ اپنے جنگل کے طریقوں پر اپنی ریاست کا کاروبار چلاتا تھا۔ آنند دیو راٹھور نے اپنے تین ٹھاکر متھا بھل کو قتل کرنے کے لئے بھیجے یہ جنگل میں چھپ چھپ کر متھ واڑ ریاست میں داخل ہوگئے۔ انہوں نے نرمدا کے کنارے پر موجود سکر جا گاؤں میں ایک کرنی کے درخت کے نیچے قیام کیا اس بھیانک جنگل میں رات کو باری باری پہرہ دے کر سوتے تھے۔ اس جنگل میں خونی آدم خور شیر تھا آس پاس کے لوگوں میں اس کا بہت ڈر تھا۔ ان تین ٹھاکروں نے اس شیر کا شکار کیا۔ جس کی وجہ سے سکر جا گاؤں کو اس شیر سے نجات ملی۔ شیر کو مارنے کی خبر گاؤں کے پاٹل نے متھ واڑ کے متھا بھل راجہ کو دی۔ متھا بھل نے واقعات کی سچائی اپنے سپاہیوں کے ذریعے حاصل کرنے کے بعد ان تینوں کو پکڑ کر لانے کا حکم دیا۔ ان کی بہادری کے صلے میں متھا بھل نے انہیں جاگیر تحفے میں دے کر گاؤں میں (اپنی ریاست میں) قیام کرنے کی اجازت دی۔ کچھ سال ایمان وار رہ کر ان تینوں نے متھا بھل عرف سوتیا بھل کا اعتماد حاصل کیا اور اندل پوجن کے دن غداری اور دھوکے سے انہوں نے متھا بھل کا قتل کر دیا۔ متھا بھل بے انتہا طاقتور تھا کسی بھی ہتھیار سے وہ نہیں ڈرتا تھا اس کے پاس غیر مرئی طاقت (جادو ٹونا) کی وجہ سے وہ صرف بانس کے بنے ہتھیار سے ہی مرے گا اور اس کی موت دسہرہ کے موقع پر ہی ممکن ہے یہ جاننے کے بعد منصوبہ بند طریقے سے اُسے مارا گیا۔ اس کے باوجود ان تینوں کے دل میں ڈر تھا کہ وہ اپنے اندر کی غیر فطری طاقت سے زندہ ہو جائے گا اس لئے اس کے مردہ جسم کے الگ الگ اعضاء علیحدہ علیحدہ مقامات پر گاڑے گئے۔ دھڑ گاؤں یہاں پر دھڑ دفن کرنے کی وجہ سے اکرانی محل کے مقامی لوگوں کی کہانیوں کے مطابق دھڑ گاؤں یہ نام پڑا۔

1818 تک اکرانی، دھڑ گاؤں ضلع ہرمت وار کے رانا بھاؤ سنگھ نے راج پاٹ کے بعد برٹش سرکار نے اس گھرانے کو 2868 روپیہ پنشن طے کر دی۔

بھلوں کی پہلی ریاست ساگ بارا کمار یہ وساوے کو ملی تھی جواب گجرات ریاست میں ہونے کی وجہ سے مغربی خاندیش کی بھل ریاستوں کے ذکر وقت اسے علیحدہ رکھا گیا ہے لیکن اس کا حوالہ بار بار آتا ہے۔

(ا) کاٹھی

ست پڑے کی پیشانی پر میواس ریاستوں میں سے خاص اور بڑی ریاست تھی یہ ریاست بنیادی طور سے بدھاول میں تھی۔ یہاں کا راجہ پہلے بدھاول سلطنت کا والی تھا لیکن 1845 میں بدھاول کی سلطنت بے اولاد مر جانے کی وجہ سے اس ریاست کو انگریزوں نے اپنے قبضے میں لیا اور یہ والی ریاست کی آزاد سلطنت قرار پائی۔

اس کا سر نیم اور خاندانی نام پاڑوی تھا، کاٹھی، نالا، سنگ پور یہاں کی ریاستوں سے تعلقات، شادی بیاہ کی نسبت میواڑ ہی تھا۔ اس نے اپنی بنیادی میواڑی تہذیب کو ترک نہیں کیا تھا۔ رگھوور سنگھ یہ کاٹھی ریاست کے ایک وارث ان کی بیوی جے پور کی رہنے والی تھی۔ اس ریاست کی عورتوں کا لباس پوری طرح سے میواڑ تہذیب کے قریب تھا۔ رگھوور کی بیوی ان حالات کو نبھانہ

سکی ایسی معلومات ملتی ہیں۔ کاٹھی ریاست کے بچوں کا قیام دھولیہ میں ہی تھا۔ رگھو ویر سنگھ یہ دھولیہ میں ہی رہتے تھے۔ رگھو ویر سنگھ کی ماں پاروتی بین نے اپنی کھیتی کی زمین دادا صاحب گھوگرے کو تعلیمی ادارہ (اسکول) کھولنے کیلئے (عطیہ) دان دیا اور ایسا کہا کہ اسکول کو نوتن پاڑوی یہ نام دیجئے آج بھی دھولیہ میں نوتن پاڑوی لڑکیوں کا اسکول ہم دیکھ سکتے ہیں۔ ریاستوں کا دھولیہ سے قیام ختم ہو چکا۔ جسر وان جی واڑیا اس پارسی شخص نے کاٹھی ریاست کی ملکیت کے جنگلوں سے ساگوان کٹائی کا ٹھیکہ لیا تھا۔ اب جنگل بھی نہیں اور ریاستوں کی عظمتیں بھی نہیں۔ دھولیہ کے ضلع اسپتال کے سامنے بڑی عمارت کاٹھی ریاست کی تھی اب صرف اُن کے وارث ادیہ سنگھ، بھگت سنگھ و مہیند رسنگھ ہیں ۔ کاٹھی ریاست کے دستاویزات کا اندراج عیسوی سن 1246 سے ہے ریاست برخاست ہونے تک کل 16 راجہ گزرے۔ ریاست برخاست ہونے کے بعد کسی وقت ہمارے آباؤاجداد نے عظیم حکمران تھے اس کی نشانیاں محفوظ رکھتے ہوئے آج کاٹھی ریاست کے وارثین تنہائی کی زندگی گزار رہے ہیں۔

کاٹھی اور نالا سلطنت یہ پاڑوی خاندان کی دونوں ریاستوں میں روٹی اور بیٹی کے تعلقات میواڑ علاقہ سے ہونے کی وجہ سے یہ ریاستیں آپس میں کاروبار اور شادی بیاہ کرتے تھے۔ ان کے رشتے ناطے بھی تھے ایسا نظر آتا ہے۔

مغربی خاندیش میں بھلوں کے مذہبی مقامات

پرانے دور میں جس علاقے کو رشک ذکر کیا گیا ہے وہ ست پڑے کی ڈھلان میں موجود بھلوں کی بستی دھڑگاؤں (اکرانی محال) اکل کنواں، تلوداا اور شہادہ و نندوربار، نواپور ہاس میں گجرات کے علاقے میں ہے۔ پرانے دور سے ہی وہ جنگلوں، سبزہ زاروں اور پہاڑوں کے سہارے زندگی گزارنے والے ہونے کی وجہ سے انہیں گنوار اور جنگلی کہا گیا۔ تہذیب سے دور مانتے ہوئے انہیں اپنے سے دور رکھا گیا اس لاعلمی کی وجہ سے اُن کی اپنی ایسی تہذیب تھی اس کو جان لینے کی انہوں نے بھی کوئی کوشش نہیں کی۔ ہم سے پرے رہنے کی وجہ سے ہم ان کے رسم ورواج سے لاعلم رہے۔ مغربی خاندیش میں بھلوں کے کچھ مذہبی مقامات ہیں جہاں پران کی تہذیب کی عجیب وغریب رسمیں دیکھنے کو ملتی ہیں۔ ان کے یہ مذہبی مقام تلوداا اور دھڑگاؤں علاقے میں ہیں جوان کے علاوہ اور کسی کو معلوم نہیں۔ ہم آج ان کے بارے میں جو جانتے ہیں وہ صرف اوپر ہی اوپر ہے۔ ہم سب ان مذہبی مقامات سے لاعلمی کے اندھیرے میں ہیں زبانی ادب میں یہ تاریخ نظر آتی ہے اور ان کی نشانیاں آج بھی خستہ حالی میں ملتی ہیں۔ جس کی وجہ سے زبانی رسم ورواج کے ادب میں موجود حوالہ کو تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ رنجن پور (موروڈ) اور دیوگاؤں میں یہ مقدس مذہبی مقام اور استمبا دیاہ ہوگی عرف دیوموگرہ یہ مذہبی مقام ہیں خاندیش میں یہ مذہبی مقام ہیں۔

مغربی خاندیش میں بھلوں کا دوسرا مذہبی مقام تمام لوگوں کو معلوم ہے جوان کا سنت تیرتھ کے طور پر مشہور ہے۔ موروڈ عرف رنجن پور ہم سب کو معلوم ہے دیوالی اور مہاشیوراتری کو یہاں جشن چراغاں ہوتا ہے۔ استمبا کے دیدار کو صرف مرد ہی جاسکتے ہیں آپ شری غلام بھگوان کے دیدار کو شوہر اور بیوی دونوں کو مل کر جانا ہوتا ہے۔ ہر جوڑے کے ہاتھ میں آرتی ہوتی ہے آرتی پوری کر کے سنت غلام بھگوان کی خود کی بنائی ہوئی آسان آرتی وہ گاتے ہیں آپ غلام بھگوان تعلیم سے بے بہرہ تھے۔ لیکن انہوں نے اپنے سماجی بھائیوں کے لئے دوسروں سے اپنے بیانات لکھوالئے اس وعظ وبیان کی پٹری کو آج مذہبی پٹری کہہ کر پوجا جاتا ہے۔ دیوالی کی نیک ساعت پر آج بھی ان کے خالص خیالات پر عمل کرنے والے معتقدین لاکھ لاکھ دیئے کے ذریعے ان کی بلائیں لیتے ہیں۔ اور آپ کی جے ہو اس طرح نعرہ لگا کر

ایک دوسرے سے ملتے ہیں مصافحہ کرتے ہیں۔

آپ شری غلام بھگوان کی بڑی آرتی میں بار بار آپ رنجن یہ لفظ آتا ہے جس سے انہوں نے موروڈا اپنی اس پیدائشی وطن کو عمل اور فن کی زمین رنجن پور یہ نام دیا۔ یہی نام رنجن پوران کے عقیدت کا مقام بنا۔ جے وجے ہو جاؤ رنجنا اوم۔ اپنے آپ سے مل جائے۔ ایسا وہ کہتے تھے۔ رنجن پور کی طرح دوسرا مذہبی مقام یعنی دیوگوی یہ آپ جماعت کے لوگ ہی یہاں جاسکتے ہیں یہ خاص بات ہے دیوگوی مذہبی مقام ہے ست پڑا پار کرنے کے بعد ہے۔ اس جگہ شیولنگ ہے شیولنگ سے آگے پتھروں کی چوٹی کی مانند بنا ہوا ایک خوبصورت نظارہ ہے اس شیولنگ کے آس پاس عنبر، اولا، ساوری، مُجھ اور ایک گمنام درخت اس طرح پانچ درخت ہیں۔ اس گمنام درخت ہراماوس کو اچانک دیئے جلتے ہیں ایسا کہا جاتا ہے یہاں ہر جانے والی جماعتیں بذات خود یہ باتیں بتاتی ہیں انہیں سے یہ بات معلوم ہوئی کہ برٹش دور میں دوسری سمت کی پہاڑیوں اور ٹیکڑیوں کو بازو لگا کر اس کھائی میں بھرن کر کے سیدھا راستہ بنانے کی کوشش کی گئی لیکن اس شیولنگ کے سامنے دیوگوی کے پتھر سے خون آنا شروع ہونے پر یہ کوشش ترک کر دی گئی۔ وہ خون سے لت پت پتھر آج بھی ویسا ہی موجود ہے۔ ایسا کہا جاتا ہے۔ بھل قوم کے لئے یہ مقام بھی رنجن پور کی طرح ہی مقدس ہے یہ حقیقت درج ذیل کے واقع سے ہوتا ہے اسی مقام پر آپ شری غلام بھگوان نے آپ کے خاص مذہبی جھنڈے کا ستون گاڑا ہے۔ ان کی مذہبی پٹری میں وہ ذکر کرتے ہیں کہ وہ استاد ہم شاگرد آپ مذہب کا بیج زمین کے نظام میں ہے اگر آسمان میں ہے کہ تین لوک (ترلوک) مس تلاش کرو نہ کریں گے تو تربھون کٹ گئی ہے۔ ایسا آپ غلام بھگوان کا کہنا ہے۔ آپ مذہبوں کی تلاش کر کے آپ آتما کو پہچان کر تیری بھون میں آپ ہی آپ بھر رہا ہے یہی آپ غلام کا کہنا ہے۔

یہ باتیں دیوگوی جانے پر خود بخود آتے ہیں آپ مذہب کا ستون وہاں پہنچنے کا وہ ذکر کرتے ہیں اس جھنڈے کے ستون کو بھی برٹشوں نے بارہ ٹریکٹروں کو لگا کر جڑ سے اُکھاڑ کر نیست و نابود کرنے کی کوشش کی لیکن اس میں وہ کامیاب نہیں ہوئے۔ اسی لئے دیوگوی یہ مقام رنجن پور کی طرح ہی مقدس اور عقیدت سے دیکھا جاتا ہے۔ دیوالی کی شام سے قبل ہی یہاں آہا ہول مذہب کے ستون کا دیدار کر کے آپ جماعت بھل عقیدت مند اور معتقدین تمام لوگ مشترکہ طور پر آرتی کے لئے رنجن پور میں جمع ہوتے ہیں۔

اسمتھا، رنجن پور، دیوگوی کے بعد جنگل باسیوں میں سب سے زیادہ مقبول دیوتا یعنی "یاہ موگی" فی الحال یہ دیوتا نئے نام میں تبدیل ہو چکا ہے۔ دیوموگرہ ماتا کے نام سے یہ دیوی مشہور ہو گئی ہے تمام ذاتوں جماعتوں اور معتقدین کی عقیدت اس یاہ موگی میں پوشیدہ ہے۔ مندرجہ بالا مذہبی مقاموں کی طرح یاہ موگی کی تاریخ، کہانی، روائتی گیتوں اور زبانی ادب سے حاصل ہوتا ہے دیگر ابواب میں دیوموگرہ کی تاریخ پہلے ہی بیان ہو چکی ہے۔

☆☆☆

رسالہ رہبر نور مکن پور شریف

ملک وملت، علم وادب اور خالص صوفی ازم نظریات کا حامل ایک ایسا جریدہ ہے جو اس وقت کی سب سے اہم ضرورت ہے۔ اس کا اعزازی ممبر بن کر ادارے کی معاونت فرمائیں اور اس عظیم کارگزاری میں حصہ دار بنیں۔

حضور مدار پاک رضی اللہ عنہ سب سے پہلے داعی اسلام فی الہند۔

مولانا محمد ہاشم علی مصباحی مرادآباد

اس بات سے کسی کو انحراف نہیں کہ حضور سیدنا خواجہ غریب نواز قدس سرہ الممتاز سید الشہد انی الہند سالار مسعود غازی اور حضور سیدنا داتا گنج بخش ہجویری دونوں ذوات قدسیہ سے مؤخر الزمان بھی ہیں اور مؤخر البلاغ بھی چونکہ مذکورہ دونوں شخصیتیں پانچویں صدی ہجری میں ہی داعی اجل کو لبیک کہ گئیں جبکہ حضور خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کی ذات قدسیہ چھٹی صدی ہجری میں سرزمین ایران پر جلوہ گر ہوئی۔ بعد ازاں سن 588ھ میں بحکم رسالت مآب ﷺ سرزمین ہند پر آپ کا ورود مسعود ہوا۔ کما ذکر فی عامۃ الکتب متوناً وشروحاً

اسی لیے یہ کہنا مبنی بر خطا ہوگا کہ ان چاروں حضرات اولیاے کرام میں سب پہلے حضور غریب نواز علیہ الرحمہ کے ذریعے سب سے پہلے لوگ سرزمین ہند پر مسلمان ہوے۔

اب باقی ماندہ تین شخصیات عظمی میں سالار مسعود غازی اور شیخ علی ہجویری رحمہما اللہ تعالیٰ کے مابین تو تقدم وتاخر واضح ہے کہ ان دونوں میں اولاً حضرت مسعود غازی کے ہاتھوں ہندوستان میں اسلام پروان چڑھا تاہم قدرے وضاحت درج کی جاتی ہے

حضرت علی ہجویری کا سن ولادت ظن وتخمینے پر مبنی ہے کہیں صحیح سن پر مہر ثبت نہیں: البتہ یہ ضرور وضاحت مذکور ہے کہ صاحب کشف المحجوب نے اپنے اصل وطن غزنی سے سرزمین ہند کے خطے لاہور کی طرف 453ھ (1030) سے 462ھ (1039) کے درمیان تشریف لائے جبکہ شیخ مسعود غازی سن 405ھ میں سرزمین ہند کے خطہ اجمیر میں پیدا ہوے؛ اس سے اندازہ لگائیں کہ ان دونوں میں اولا داعی اسلام فی الہند کون ہوا بہر کیف یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ حضرت ہجویری علیہ الرحمہ کی شہرت کا باعث کشف المحجوب ہے۔۔

اب جب یہ واضح ہو گیا کہ سطور بالا میں ذکر کردہ تینوں شخصیات میں حضرت مسعود غازی ہی اولا داعی اسلام فی الہند ہیں تو اب گفتگو کا رخ کتاب کے صفحہ اخیر یعنی حضرت مسعود غازی اور حضور شیخ بدیع الدین احمد حلبی قدس سرہما کی جانب موڑتے ہیں تو ان دونوں میں بلکہ مذکور الصدر تینوں شخصیات میں حضور مدار پاک کا زمانہ تبلیغ مقدمۃ الجیش (پیش خیمہ) کا درجہ رکھتا ہے؛ حضور سید مسعود سالار غازی تولد بھی نہیں ہوے تھے کہ حضور بدیع الدین مدار حلبی ہند میں تبلیغ اسلام کر رہے تھے بلکہ حضور حلبی قدس سرہ نے ہی ان کے والد ماجد حضرت ساہو سالار غازی کو ان کے پیدا ہونے اور مقامات ارجمند پانے کی بشارت سنائی تھی، اس بات کی تائید وتوثیق میں چند حوالے درج ذیل ہیں ملاحظہ کریں: رضا لائبریری رامپور کے ایک رسالہ نادرہ فارسی میں مرقوم ہے

چنانچہ نقل است از تواریخ محمودہ کہ تصنیف ملا محمود غزنوی

است کہ چوں ساہو سالار نزدیک اجمیر رسیدند برائے امداد مظفر خاں اجمیری بر آب جو خیمہ نصب کردند و بخدمت درویشے کبیرانش مستفیض گشتند و آنحضرت سید بدیع الدین مدار کی کہ خبر توالد شدن سالار مسعود غازی بزبان مبارک فرمودند کہ ہفت نام خود کہ ہفت آسمان ملائک بامر اللہ تعالی تسبیح می کند بساہو سالار" برائے ترقیء درجات و کفایت مہمات عطا فرمود ترجمہ: چنانچہ ملا محمود غزنوی کی تصنیف تواریخ محمودی سے نقل ہے کہ جب ساہو سالار مظفر خاں اجمیری کی امداد کے لیے اجمیر کے نزدیک پہنچے تو ایک تالاب کے پاس خیمہ نصب کیا اور ایک بڑے درویش کی خدمت سے فیضیاب ہوئے اور وہ درویش حضرت سید بدیع الدین قطب المدار تھے۔ اپنی زبان مبارک سے سالار مسعود غازی کے پیدا ہونے کی بشارت دی اور آپ نے اپنے وہ سات جن کے ذریعے ساتوں آسمانوں میں بحکم اللہ تعالیٰ فرشتیں تسبیح کرتے ہیں ساہو سالار کو ترقئی درجات اور (کفایت مہمات کے لیے عطا فرمائے۔ (رسالہ نادرہ (قلمی) رضا لائبریری رامپور

نوٹ: واضح رہے ملا محمود غزنوی کا سن ولادت 392ھ ہے اور کتاب مذکور آپ کے حکم سے تحریر فرمائی گئی: اور سید ساہو سالار کی فتوحات آپ کے زمانے میں ظہور پذیر ہوئیں اس لیے اس یہ ماخذ زنہار قابل رد نہیں اور یہ بھی واضح رہے کہ اب فقط تواریخ محمودی کے اقتباسات کتابوں مذکور ہیں اصل کتاب کا کوئی نسخہ کہیں دستیاب نہیں۔

اس بات کو اختر گورگانی علیہ الرحمہ نے کتاب "خواجہ فرید" میں بھی نقل کیا ہے نیز ایک ہندی مؤرخ اچاریہ چتر سین کی کتاب "سومنات" میں بھی یہ ملاقات منقول ہے علاوہ ازیں ایک کتاب بنام" کرامات مسعودیہ مصنف شیخ محمد ملیح اودھی" میں بھی یہ پورا واقعہ مزید صراحت کے ساتھ حضرت سید سکندر دیوانہ اور تواریخ محمودی کے حوالے سے مرقوم و مسطور ہے۔ یہ کتاب عربی میں لکھی گئی تھی۔ بعد ازاں اس کا فارسی و اردو دونوں زبانوں میں ترجمہ بھی ہو چکا ہے یہ کتاب پہلی مرتبہ قومی کتب خانہ لکھنؤ سے 1296ھ میں چھپی؛ اس کے بعد مجاہد اعظم ہند پبلیکیشن سے 1409ھ میں چھپی۔

مزید برآں کتب سے یہ بھی ثابت ہے کہ حضرت سید مسعود سالار غازی نے بعد میں حضور مدار پاک سے خرقہ خلافت بھی حاصل کیا اس بات کی سند مذکورہ کتاب کرامات مسعودیہ سے بھی ملتی ہے۔ نیز اس کی تائید انھی کے خانوادے کی تالیف کردہ کتاب" کنز السلاسل" میں مذکور ان کے شجر مداریہ سے بھی ہوتی ہے۔ پس بحمدہ تعالیٰ متذکرہ جملہ حوالہ جات سے یہ بات عیاں ہوئی کہ سوال میں مندرج تینوں شخصیتوں میں سب سے پہلے حضور مدار پاک ہی سرزمین ہند پر چراغ اسلام کو روشن کرنے والے ہیں۔؛ پس ہوا یہ کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے مستور الحال ہی رکھا۔

مختصر تعارف

امام التصوف منظر ابوالوقار

سید منظر علی وقاری مداری رحمۃ اللہ علیہ

ازقلم۔ مولانا سید عرفات علی

اس عالم رنگ وبو میں جب جب کفر وشرک کی تاریکیوں نے شفق ایمانی پر ضلالت وگمراہی کی دبیز چادر ڈالنے کی کوشش کی ہے تو نور وایمان کی شعاعوں نے حق وہدایت کی روشنی بکھیر کر قادر مطلق کی قدرت مطلقہ کا دیدار کرایا ہے اور معبود حقیقی کی معرفت کا عینک عطا کیا ہے۔

اللہ رب العزت ہر دور میں بتقاضہ زمانہ لوگوں کی رہبری اور رہنمائی کے لئے بندگان خاص کو مبعوث فرماتا رہا ہے۔ جنہوں نے تکوینی تشریعی نظام الٰہی کی باگ ڈور کو بحسن وخوبی انجام دیا ہے اور مقصد حیات وممات کی یاد دہانی کرائی ہے۔ ظلم وطغیان کے سیلاب میں غرقاب انسانیت کو عدل وانصاف کے ساحل پر پہنچایا ہے اس روئے زمین پر یہ خاصان خدا مثل آفتاب وماہتاب تشریف لائے ہیں اور اپنی گوناگوں صلاحیتوں کے ذریعہ کفر وشرک کی وادیوں میں بھٹک رہے انسانوں کو عرفان الٰہی کا جام پلا کر صراط مستقیم پر دائمی استقلال بخشا ہے۔ انہیں خاصان خدا میں مبلغ اسلام ومداریت امام التصوف حضور سیدنا سید منظر علی مداری علیہ الرحمہ والرضوان کی ذات بابرکات ہے جنہوں نے ہزاروں تشنگان حق کو جام توحید پلایا لاکھوں صراط مستقیم سے متزلزل انسانوں کو پائے استقلال سے نوازا۔

یوپی، ایم پی، بنگال، بہار، ایم پی، راجستھان، گجرات، مہاراشٹر، کرناٹک، دہلی، نیپال، پاکستان، سعودیہ عربیہ وغیرہ آپ نے بے مثال قربانی دے کر علم اسلام بلند فرمایا اور ایسے کفرستان علاقے جو انسانیت کے لئے قبرستان سے کم نہ تھے وہاں پر آپ نے شمع ہدایت روشن فرما کر چمنستان میں تبدیل فرمایا اور وہاں کی فضا کو عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو سے معطر فرمایا۔

اسم شریف سید منظر علی، اسم والد گرامی قطب عالم ابوالوقار سید کلب علی مداری، اسم والدہ ماجدہ سیدہ نزہت النساء جعفریہ مداریہ، کنیت ابوالاظہر، نسب فاطمی حسنی حسینی۔

ولادت باسعادت

۱۶ ربیع الاول ۱۳۷۴ھ بمطابق 12 نومبر 1954ء بروز جمعہ کو ہوئی۔ جب آپ کی ولادت ہوئی تو پورا گھر رحمت ونور کا گہوارہ بن گیا پیدائش کے وقت آپ کی پیشانی میں نور ولایت چمک رہا تھا۔ بطل جلیل مرشد برحق رفیع الدرجات مقتداء اہل سنت حضور سیدنا ابوالوقار سید کلب علی مداری علیہ الرحمہ والرضوان کی مسرتوں کی انتہا نہ رہی اس لئے کہ حامل نسبت اویسیہ حضور سیدنا ابوالوقار جانتے تھے کہ یہ میرا فرزند ارجمند کرۂ ارض کو منور کرنے والے سورج کی طرح تاریک دلوں کو روشنی عطا فرمائے گا۔ ہندوستان اور بیرون ہندوستان میں قطب الاقطاب حضور سیدنا سید بدیع الدین احمد قطب المدار زندہ شاہ مدار مدار العالمین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سلسلہ عالیہ کی تبلیغ واشاعت کے لئے بے مثال قربانیاں دے گا۔

امام التصوف حضور سیدنا منظر ابوالوقار کی پیدائش کے بعد آپ کے والد محترم نے سنت کے مطابق آپ کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت فرمائی۔

رسم بسم اللہ خوانی

دارالنور مکن پور شریف کے قدیم دستور کے مطابق جب آپ کی عمر شریف چار سال چار ماہ چار دن کی ہوئی تو 20 رجب المرجب 1378ھ مطابق 1958 کو آپ کے والد بزرگوار حضور ابوالوقار نے ایک دعوت عام فرمائی اور پوری شان وشوکت کے ساتھ اپنے فرزند سعید کو لے کر بارگاہ قطب المدار میں حاضر ہوئے علماء ومشائخ کا ایک جم غفیر وہاں جلوہ بار تھا بارگاہ قطب المدار میں آپ کو بسم اللہ شریف کی تعلیم حضور سیدنا حکیم ظہیر الحق مداری رحمۃ اللہ علیہ نے دی رسم بسم اللہ کے وقت بسم اللہ شریف کے علاوہ وہ دیگر کلمات حسنہ بھی پڑھائے جاتے ہیں غیر مانوس ہونے کی وجہ سے بچے جنہیں بمشکل پڑھ پاتے ہیں مگر سیدی مرشدی منظر علی علیہ الرحمہ نے بسم اللہ شریف کے علاوہ وہ دیگر کلمات میں بھی بآسانی بلند آواز کے ساتھ پڑھا۔ حضور ابوالاظہر علیہ الرحمہ نے ابتدائی تعلیم قاعدہ بغدادی یسرنا القرآن، قرآن پاک اور اردو کی چند ابتدائی کتابیں خانقاہ عالیہ مداریہ کے قدیم ادارہ "مدرسہ وقار العلوم عثمانیہ" کے مکتب میں منشی سید کرامت حسین مداری، منشی سید احمد الدین مداری، سید سرکار حسین مداری، مولانا غلام حسنین مداری، حافظ عبدالصمد مداری وغیرہ سے پڑھیں۔ اس کے بعد آپ نے اپنے والد بزرگوار قطب عالم سید کلب علی مداری علیہ الرحمہ سے عربی فارسی کی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کیلئے مدرسہ جانے کی خواہش ظاہر فرمائی تو والد ماجد نے آپ کو بڑی محبت اور شفقت کے ساتھ اپنے پاس بٹھایا اور مژدہ سنایا۔ بیٹا تمہیں کون پڑھائے گا تم کو تو سرکار مدار العالمین پڑھائیں گے تمہیں مزید کسی کے سامنے زانوئے تلمذ دراز کرنے کی ضرورت نہیں۔ فرمایا جاؤ بیٹا کوئی کتاب لے کے اور اردو کی پہلی یا دوسری کتاب لیکر والد بزرگوار کی خدمت میں عالیہ میں حاضر ہوئے۔ حضور ابوالوقار نے فرمایا بیٹا پڑھو آپ نے چند سطریں پڑھیں تھیں کہ والد محترم نے فرمایا بیٹا بس اور اپنے سینے سے لگا کر اپنی وہبی امانتوں کا امین بنا کر علم وحکمت کا بحر بیکراں بنا دیا۔ حضور ابوالاظہر علیہ الرحمہ بظاہر کسی مدرسہ میں حصول تعلیم کے لئے تشریف نہیں لے گئے اس کے باوجود آپ علم قرآن، حدیث، تفسیر، فقہ، منطق، فلسفہ، سائنس وغیرہ علوم وفنون میں ید طولیٰ ومہارت کاملہ رکھتے تھے۔

علماء ومشائخ کے سامنے ایسے ایسے علمی اشکالات پیش فرماتے کہ سبھی دم بخود رہ جاتے آپ کا انداز گفتگو اور طریقہ تبلیغ وارشاد ایسی انفرادیت کا حامل تھا جو آپ کے علاوہ میں قطعی معدوم نظر آرہا ہے۔ آپ کی بارگاہ میں بصد خلوص زانوئے ادب تے کرنے والے علم شریعت وطریقت دونوں کا پیکر ہوا کرتے تھے آپ علم تصوف کے ناپیدا کنار سمندر تھے۔ ملک وبیرون ملک سے آئے ہوئے تشنگان معرفت آپ کی بارگاہ میں آکر خوب خوب علم وعرفان کے جام سے سیرابی حاصل کرتے اور شریعت وطریقت کا مجموعہ بن کر "بلغوا عنی ولو آیۃ" کا درس لیکر اپنے اپنے وطن واپس لوٹتے علماء ومشائخ کے مابین آپ کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ مشائخ کرام آپکو اپنی خصوصی نشستوں میں بلاتے اور آپ کو خاص مقام عطا فرماتے اور علمی مباحث کا ایک طویل سلسلہ چل پڑا۔ مشائخ آپ سے تصدیق ثبت فرمادیتے۔

حضور سیدنا سید منظر علی علیہ الرحمہ کا عارفانہ جواب سن کر بابا نے قوم ملت حضور سیدنا حکیم سید ولی شکوہ مداری ودیگر اکابرین علیہم الرحمہ والرضوان فرماتے بیٹا منظر علی تمہاری جیسی عارفانہ گفتگو کے لئے ایک عمر چاہئے اور جی بھر کر دعاؤں سے نوازتے۔

بیعت وخلافت

والد محترم کی نگاہ کیمیا اور تربیت خاصہ نے حضور ابوالاظہر علیہ الرحمہ کو ایسا گوہر ابدار بنا دیا تھا جس سے علم وحکمت کی نورانی شعائیں پھوٹ پھوٹ کر چرخ عالم کو منور کرنے لگیں تھیں خدا طلبی عشق رسول بچپن ہی سے طبیعت میں ودیعت تھا۔ جب حال

نسبت اویسیہ حضور ابو الوقار کی نگاہ ولایت نے آپ میں مرشد برحق بننے کی اہلیت کا مشاہدہ فرمالیا تو 1972ء میں سلسلہ عالیہ مداریہ میں بیعت کیا اور سلسلہ عالیہ کے تمام مخصوص اوراد واعمال واشغال مرحمت فرما کر اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا اور اپنے علوم کسبیہ وہبیہ کا وارث وامین بنا کر طریقت ومعرفت سے سیراب فرمایا۔

زہد وتقویٰ

قرآن مقدس کی روشنی میں بزرگ ترین وہی ہے جو صاحب تقویٰ ہے۔ اللہ رب العزت کا فرمان عالیشان ہے ''ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم'' (ترجمہ) بیشک اللہ کے یہاں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے۔ اور تقویٰ بغیر علم کے نہیں ہوسکتا چاہے وہ درسگاہ سے ملے یا من جانب اللہ ملے یا بزرگوں کی نظر سے ملے علم بغیر عمل کے ایسے ہی ہے جیسے درخت بغیر پھل کے علم کے بغیر تبلیغ وارشاد کا کام بھٹکنا اور بھٹکانا ہے۔ مبلغ کا کردار قوم کے لئے نمونہ عمل ہوتا ہے۔ مبلغ مداریت امام التصوف حضور ابوالاظہر سید منظر علی مداری علیہ الرحمہ کی ذات بابرکت علم وعمل کا سنگم تھی۔ آپ کا وجود مکمل اسلامی رنگ میں رنگا ہوا تھا۔ اخلاص کے پیکر تھے آپ کے وعظ ونصیحت میں اخلاص درس اول کی حیثیت رکھتا تھا۔ فرماتے اخلاص سب سے اہم شئی ہے دنیا میں اخلاص ہی کامیابی کی بنیاد ہے۔ بظاہر کوئی کتنا ہی بڑا نیکی کا کام کرلے لیکن اس کی نیت کے متعلق یہ معلوم ہوجائے کہ اس کا مقصد ذاتی یا شہرت یا نمائش تھا تو اس کام کی قدر وقیمت فوراً نگاہوں سے گرجاتی ہے۔ حضور ابوالاظہر علیہ الرحمہ کی زندگی کا کوئی بھی گوشہ اسلام کے دائرے سے خارج نہیں تھا۔ زندگی کے ہر گوشہ کے اتباع رسول سے سیراب فرماتے سن شعور کی عمر سے کبھی بھی روزہ یا نماز قضا نہیں ہوئی۔ آپ جب بارگاہ الٰہی میں نماز کے لئے قیام فرماتے تو آپ ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک کا پیکر نظر آتے۔

حسان الہند حضرت علامہ شہرت ادیب صاحب قبلہ فرماتے ہیں کہ حضور صوفی سید منظر علی علیہ الرحمہ سرزمین مکن پور شریف کی ایسی عظیم المرتبت بارعب شخصیت ہیں کہ ان کو دیکھ کر خدا یاد آجاتا ہے۔ فرماتے اس لئے کہ سیدی ومرشدی حضور ابوالاظہر کی ذات بابرکات میں طہارت وپاکیزگی، تقوی وپرہیز گاری، ادب سلیقہ، وقار شائستگی، تمیز وحسن، انتخاب، ہمدردی، خیر خواہی، شیریں کلامی، تواضع انکساری، ایثار وقربانی، خلوص وبے غرضی، استقلال وپامردی، فرض شناسی، خدا ترسی، توکل اور جرأت اقدام وغیرہ مومنانہ اوصاف تھے اس قدر غیر معمولی کشش اور اتھاہ جاذبیت پیدا کردی تھی کہ نہ صرف اہل اسلام بلکہ اسلام سے ناآشنا بندگان خدا بھی بے اختیار آپ کی طرف کھینچنے لگتے تھے۔ آپ کی پابندی نماز کا یہ عالم تھا کہ اگر آپ سفر فرماتے تو گاڑی کے ڈرائیور سے پہلے نماز پڑھوانے کا عہد لیتے اور وہ راضی ہوتا تو آپ گاڑی پر سوار ہوتے ورنہ گاڑی ترک فرمادیتے۔

ایک مرتبہ شدت بیماری کے سبب آپ کی نفل نماز اوابین چھوٹ گئی جس کے سبب آپ اتنا روئے کہ آپ کے پاس موجود سبھی اس کیفیت سے لرز اٹھے اور خوف خدا سے آنسوؤں کی بارش سی ہونے لگی۔

حسن واخلاق

جب ہم حضور سیدنا ابوالاظہر علیہ الرحمہ کی زندگی پر نظر ڈالتے ہیں تو آپ کی زندگی اعلیٰ اخلاق کے زیور سے مزین نظر آتی ہے۔ آپ ہمیشہ لوگوں کے ساتھ رحمت ورافت عفو ودرگزر سے پیش آتے تھے دوسروں کے لئے ایثار وقربانی کے جذبے سے کام لیتے تھے، قرابت داروں کے ساتھ تعلق خاطر رکھتے ان سے حسن سلوک سے پیش آتے ان کے دکھ درد میں شریک ہوکر تعلقات کو خوشگوار رکھتے، اگر کسی سے کوئی تکلیف پہنچتی تو اسے

معاف فرمادیتے اورعفوودرگزر سے کام لیتے، کسی کے گھر تشریف لے جاتے یا کسی دینی محفل میں شریک ہوتے تو سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق دخول وجلوس فرماتے، عدل واحسان جو قرآنی تعلیمات کے دواہم اصول ہیں کا دامن کبھی بھی اپنے ہاتھ سے نہ چھوڑتے۔ازدواجی زندگی ہو یالین دین کے معاملات یتیموں بیواؤں غرباء ومساکین کے حقوق ہو یا خاندانی معاملات ان سب میں عدل وانصاف سے کام لیتے چھوٹوں پر شفقت اور بڑوں کی عزت وعظمت بجالاتے۔

خدمت والدین

قرآن وحدیث میں والدین کے ساتھ حسن وسلوک، ہمدردی، خیرخواہی، نرم خوئی شیریں کلامی اور تواضع وانکساری کے ساتھ پیش آنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اللہ عز وجل نے جہاں اپنی اطاعت گزاری فرماں برداری کا حکم صادر فرمایا ہے وہیں اسی حکم کے ساتھ والدین کے مقام ومرتبہ اور عزت وعظمت کو دوبالا فرمایا۔ حضور سیدنا ابوالاظہر علیہ الرحمہ کی زندگی کو دیکھتے ہیں تو آپ ان اوامر وارشادات کا آئینہ دار نظر آتے ہیں۔آپ کی پوری زندگی والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے اوراطاعت وفرمانبرداری کے لئے وقف تھی والدین کی ایک پکار پر آپ لبیک کہتے ہوئے حاضر نظر آتے والدین کی آہ پر آپ بے قرار ہوجاتے۔حضور سیدنا ابوالوقار علیہ الرحمہ کی حیات طیبہ میں آپ کسی بھی بھائی یا بہن کو والد بزرگوار کا کوئی کام کرنے کا موقع نہیں دیتے ہمہ وقت پروانہ کی طرح والد بزرگوار کے اردگرد چکر لگاتے رہتے۔حضور سیدنا ابوالوقار کی کوئی بھی حاجت پیش آتی تو آپ کی نوک زبان پر اگر کوئی نام آتا تو وہ منظر علی ہی آتا۔زمانہ علالت میں آپ نے والد بزرگوار کی بے مثالی خدمات انجام دی، والدگرامی اکثروبیشتر آپ کو بلاتے اور سینہ سے لگا کر سر پر دست شفقت پھیرتے اور خوب دعاؤں سے نوازتے، حضور ابوالاظہر کی صرف ایک خواہش رہتی اور اس کا اظہار بھی فرمایا کرتے تھے کہ میری خواہش ہے کہ جب والدگرامی اس دار فانی سے کوچ فرمائیں تو وہ مجھ سے راضی ہوں یہی میری سب سے بڑی کامیابی اور دولت عظمیٰ ہے اور ایسا ہی ہوا۔ایک مرتبہ حضور ابوالاظہر علیہ الرحمہ کے پیر پر ایک گانٹھ پڑ گئی جس وجہ سے آپ اشد تکلیف سے دو چار رہتے ڈاکٹر نے آپریشن کے لئے لکھ دیا لیکن اسی دوران آپ کی والدہ کا پیر نقاہت وکمزوری کی وجہ سے چارپائی سے گرنے سے ٹوٹ گیا آپ نے عزم مصمم فرمالیا کہ جب تک والدہ کا پیر درست نہیں ہوجاتا میں آپریشن نہیں کراؤں گا۔اللہ رب العزت نے آپ کی اس ادا کو پسند فرمایا بغیر علاج ومعالجہ اس گانٹھ اور تکلیف کو دفع فرماکر قبولیت کی سند عطا فرمادی۔

کئی مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ بلی یا چوہے نے کچھ گرادیا اور آپ والدہ کے خیال میں بے اختیار دوڑے اور گر پڑے زخمی ہوگئے سر، پیر، سینہ وغیرہ پر چوٹیں آئیں جب والدہ کے پاس پہنچے تو والدہ سکون واطمینان کے ساتھ بستر استراحت پر آرام فرما تھیں والدہ کو صحیح سالم دیکھ کر زخموں کو مرہم مل جاتا اور خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے آہستہ سے واپس ہوجاتے آپ اکثر وبیشتر اپنی زندگی اور موت کے بارے میں فرمایا کرتے کہ جب تک میری ماں حیات ہیں ان شاء اللہ اس وقت تک مجھ کو دنیا کی کوئی شی ضرر نہیں پہنچا سکتی۔آپ کی والدہ ماجدہ سیدہ نزہت النساء جعفریہ فرمایا کرتی تھیں کہ میرا منظر علی مجھ سے دنیا کی ہر شیے سے زیادہ محبت کرتا ہے۔

عقد مبارک

والدگرامی حضور سیدنا ابوالوقار علیہ الرحمہ کی نگاہ انتخاب سرزمین مکن پور شریف میں ایک ایسی لڑکی کی تلاش میں گردش کرنے لگی جو نیک سیرت، دیندار، فرض شناس اور خداترس ہو اور آپ کی نگاہ انتخاب بابائے قوم وملت حکیم الامت حضور سیدنا

حکیم سید ولی شکوہ جعفری مداری ابن قطب زماں حضور سیدنا حکیم سید علی شکوہ ارغونی مداری علیہ الرحمہ والرضوان کی دختر نیک سیدہ تونگر جہاں پر مرکوز ہوگئی اور اپنے صاحبزادے سید منظر علی مداری کا پیغام عقد لے کر حضور سیدنا ولی شکوہ مداری کے پاس تشریف لے گئے حضور بابائے قوم ملت سید ولی شکوہ مداری کی مسرتوں کی انتہا نہ رہی گویا کہ ان کا خواب شرمندۂ تعبیر ہوگیا فوراً رشتہ کو منظوری دے دی اور ۲۸ر جمادی الاخری 1975 میں علماء و مشائخ اور عزیز واقارب کی موجودگی میں عقد مسنون ہوا۔ اللہ نے اپنے فضل وکرم سے آپ کو چھ صاحبزادے تین صاحب زادیاں عطا فرمائیں۔

دینی خدمات

حضور ابوالاظہر علیہ الرحمہ آپ اپنے وقت کے بہت بڑے عظیم الشان عالم، بڑے صاحب کشف وکرامت اور بڑے داعی ومبلغ تھے دین کی خدمات اور اسلام کی تبلیغ واشاعت میں بےلوث تھے آپ کی سعی پیہم اور جہد مسلسل سے اسلام اور سلسلہ عالیہ مداریہ کو خوب فروغ ملا۔

سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت کا ہر ممکن حق ادا کرکے اسلام کی روشنی سے ہر ایک کو منور کرنے کی مساعی جمیلہ عطا فرمائی اور سلسلہ مداریہ کی حدود کو نہایت وسیع فرمایا سیاسی تدبر، فراست ودانائی کے حامل اور حقوق انسانی کے محافظ تھے آپ ہر کام کو دین وتقویٰ، راست بازی اور اخلاص وللہیت کے ساتھ انجام فرماتے۔ آپ نہایت ہی نرمی سے لوگوں کو اسلام کی دعوت فرماتے اور اللہ تعالیٰ کے اسلام کے لئے ان کے سینوں کو کشادہ فرما دیتا اور وہ ایمان وایقان جیسی نعمت عظمیٰ سے اپنے تاریک دلوں کو روشن وتابناک بنا کر واپس ہوتے سیکڑوں افراد آپ کے ہاتھوں سے اسلام جیسی نعمت سے سرفراز ہوئے۔ آپ جید عالم دین اور عظیم پیشوا تھے جہاں بھی قدم رنجہ ہوتے اہل عقیدت ومحبت کا ایک سیلاب امنڈ پڑتا اور آپ کے دست حق پرست پر سلسلہ عالیہ مداریہ میں بیعت ہوکر حضور سیدنا بدیع الدین قطب المدار زندہ شاہ مدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنی نسبتوں کو قوی کرتے۔ آپ سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق اس خطہ کے لوگوں کی تعلیم وتربیت کے لئے اپنی نگاہ انتخاب سے کسی خوش نصیب کو منتخب فرماتے اور علوم مظاہری وعلوم باطنی کی تلقین سے سرفراز فرما کر خرقہ خلافت سے نوازتے اور تبلیغ دین متین واشاعت سلسلہ مداریہ کا کام سپرد فرماتے لاکھوں کی تعداد میں آپ کے مریدین پورے ہندوستان ودیگر ممالک میں موجود ہیں۔

حضور ابوالاظہر علیہ الرحمہ کی تصانیف

خاصان خدا کا یہ طریقہ رہا ہے کہ حق وصداقت کے فروغ واشاعت کے لئے کسی شعبہ کو تشنہ نہیں چھوڑتے اور ہر طور پر اعلاء کلمۃ الحق کو مقدم رکھتے ہیں۔ علم کی ترسیل کا ذریعہ جہاں وعظ وخطاب ہے وہیں کتابیں بھی ہیں۔ لہٰذا صوفیاء کرام وخاصان خدا نے اس شعبہ کو استحکام بخشا اور تصنیف وتالیف کے ذریعے فکر وبصیرت کے رنگ دھونے اور بعد آنے والوں کے لئے جادہ حق کے خطوط استوار کئے۔ حضور سیدنا ابوالاظہر علیہ الرحمہ نے بھی کئی کتابیں تصنیف فرمائی ہیں جن میں ہدایت وسچائی کے اصول وضوابط اور اسرار معرفت درج ہیں ان کا مطالعہ ایمان کی بالیدگی کا سبب ہوگا اور ساتھ ہی حضور ابوالاظہر علیہ الرحمہ کی دینی وعلمی بصیرت اور استحضار وتعمق کا اندازہ ہوتا ہے۔ ذیل میں سیدی ابوالاظہر علیہ الرحمہ کی تصنیف درج ہیں۔

(۱) مدار کیا ہے المعروف بہ حضرت بدیع الدین قطب المدار کو مدار العالمین کہنا چاہئے۔

(۲) حج عمرہ کا تحقیقی جائزہ المعروف بہ حج گائیڈ۔

(۳) خدمات اہل باطن

(۴) صوفیاء اسلام اور جدید سائنس۔

آخری لمحات

آپ مسلسل ایک سال سے اشارات وکنایات میں اپنی اس دنیوی فراق کی طرف توجہ مبذول کروار ہے تھے لیکن موجیں مارتے ہوئے سمندر کی طرح آپ کے فیوض وبرکات سے مخلوق خدا اپنے لطف اندوز ہورہی تھی کہ کسی کو اس بات کا احساس تک نہیں ہوا تھا کہ آپ اتنی جلدی اس دار فانی کو الوداع کہنے والے ہیں ۔آپ نے ہندوستان کے مختلف صوبوں میں جو آخری سفر فرمائے ہیں شاید ہی کوئی ایسا صوبہ ہو جہاں آپ نے آخری سفر کی بات نہ کی ہو لیکن عشاق کی سماعتیں ایسی خبروں پہ کان کہاں رکھتی ہیں وہ تو بس محبوب کے جلوؤں میں گم ہوتے ہیں۔ میں یہاں اختصاراً چند جھلکیاں آپ حضرات کے نظر نواز کر رہا ہوں جس سے واضح طور پر ثابت ہو جائے گا کہ واقعی اللہ والوں کے کمالات واختیارات سے سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ادراک ہوتا ہے اور یہ کہنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ جب ادنیٰ غلاموں کا حال یہ ہے تو پھر قاسم نعمات مختار کائنات سرور کونین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم وفضل کا عالم کیا ہوگا۔

حضور ابوالاظہر 22 ذی الحجہ 1428ھ کو ممبئی تشریف لے گئے اور ۶ محرم الحرام 1429 کو آخری سفر کہتے ہوئے واپس آئے۔

12 محرم الحرام 1429ھ کو راجستھان کا سفر فرمایا اور 2 صفر المظفر 1429ھ کو یہ فرماتے ہوئے واپس مکن پور شریف تشریف لائے کہ اب میرا اظہر آیا کرے گا۔

7 صفر المظفر کو آپ کے صاحبزادے سید ارقم علی مداری حفظہ اللہ چھت سے گر کر سخت زخمی ہوتے ہیں آپ کے پیٹ کا آپریشن کرانا پڑتا ہے ۔اسی 7 صفر المظفر کو ہی آپ نے غرباء ومساکین کے درمیان اپنے کپڑے تقسیم کروائے۔

14 صفر المظفر کو آپ نے عالمگیری جامع مسجد خطاب فرمایا اور جمعہ کی نماز پڑھائی نماز کے بعد جب دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے تو تمام دعاؤں کے ساتھ ساتھ سید ارقم علی کی صحت یابی کی دعا میں اپنی جان کے فدیہ کی دعا فرمادی اے پروردگار عالم میرے بچے ارقم علی کی جگہ میری جان کا فدیہ قبول فرما اور ارقم کی جان بخش دے اور دعا باب اجابت سے ٹکرا کر قبول ہو جاتی ہے۔

16 صفر المظفر کو چھوٹے بھائی پیر طریقت حضرت مولانا سید وقار احمد مداری صاحب قبلہ اور صاحبزادہ سید اظہر علی مداری صاحب کے ہمراہ والدہ سیدہ نزہت النساء جعفریہ علیہا الرحمہ کی مزار پر تشریف لے گئے اور اماں کے پہلو میں اپنی قبر کے لئے لکڑی سے خط کھینچا اور فرمایا دیکھو اظہر میری اماں کے پاس کہیں کوئی دوسرا نہ آجائے۔

18 صفر المظفر کو ہیلٹ ہاسپٹل کانپور میں حضور سید اظہر علی مداری قبلہ سے فرمایا، اظہر میں نے اب کے عرس کا پورا انتظام کر دیا ہے اب تم کو دیکھنا ہے۔اب ہم ابا کے پاس آرام کریں گے۔

21 صفر المظفر 1429ھ مطابق 29 فروری 2008ء بروز جمعہ صبح آٹھ بج کر 45 منٹ پر راہ عمل کا مرد قلندر اور علم ومعرفت کا سمندر ہمیشہ کے لئے زنجیرہ حیات توڑ کر ابدی زندگی کی آغوش میں جا کر آزاد ہو جاتا ہے۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔

راہ عمل کا مرد قلندر چلا گیا
وہ علم ومعرفت کا سمندر چلا گیا
گلشن اداس ہے کہ گل تر چلا گیا
رہ رو ہیں اشک بار کہ رہبر چلا گیا

مزید معلومات کیلئے مولانا محمد عارف منظری مداری فاضل جامعہ الازہر شریف کی تصنیف سوانح حیات امیر الاولیاء سرکار منظر ابوالوقار سید منظر علی علیہ الرحمہ والرضوان کا مطالعہ فرمائیں۔

☆☆☆

फिरंगी इक़्तेदार के ख़िलाफ़ पहली मुसल्लेह बग़ावत का हीरो बाबा मजनू शाह मलंग मदारी रह0

परवाना रूदौलवी

मदारिया सिलसिले के फकीरों और साईंबा पंथ के सन्यासियों ने उड़ीसा, बिहार और बंगाल में अंग्रेज़ो के इक्तेदार की चूले हिला दीं

मुगल सलतनत ज़वाल पज़ीर थी । हिन्दुस्तान पर अंग्रेज़ो की गिरफ्त रोज़ ब रोज़ मज़बूत होती जा रही थी और हिन्दुस्तान के बाशऊर तबक़ात पूरी शिद्दत के साथ एक तवील गुलामी की उन दसतको को सुन रहे थे जो उन के दरवाज़ों पर दी जा रही थी । मगर जिस ताकत की बाला दस्ती और गुलामी की ज़ंजीरो को वह तोड़ना चाहते थे' इक्तिसादी भी और असकरी भी। वसाइल के इस फिकरान को इन्होने कुर्बानी के जोश और जज़्बे और फदाकारी के अज़्म मुहकम से दूर करने की कोशिश की जिस के नतीजे में गुलामी के अंधेरों में हुर्रियत पसंदों के सरों के चिराग जल उठे और दूर-दूर तक रोशनी फैल गई। हिन्दुस्तान की आज़ादी के लिए वकफह-वकफह से बहुत से तहरीके उठीं। उनमें आबादी के तमाम तबकात और फिरकों के लोगो ने बढ़-चढ़ कर हिस्सा लिया। मगर आज़ादी के बाद कुछ ऐसी हवा चली के

" बेड़ियां ढूंढ़ती है पाँव वफादारों के "

जिन लोगों ने मादरे वतन की गुलामी की ज़नजीरों को काटने के लिए छातियों पर गोलियां खाईं' अपनी गरदनों को हँसी खुशी फाँसी के फंदो में डालदिया और अपना सब कुछ कुर्बान कर दिया और उनमें से कुछ लोगों को गद्दारों की सफ तक में लाकर खड़ा कर दिया गया और जो लोग सिर्फ साहिल से तूफान का नज़ारा कर रहे थे या आज़ादी की कदरो कीमत को कुर्बानी की धार पर नहीं परख़ रहे थे बलकी मादी नफा व नुकसान की तराजू में तौल रहे थे उन को देश भक्ति के ताकों और हुर्रियत पसंदी की नशीनों की ज़ीनत बना दिया गया। और अब हालात यह हैं के "हर रग दिल में खटकते है दो पीकां दर्द के साथ निगाह गलत अंदाज़ भी है" मगर तारीख़ ज़िन्दा रहती है।

मफाद परस्त सियासत दानों और नकली देश भक्तों के ज़रये हक परस्त मुजाहिदीन आज़ादी की ख़िदमात और कुर्बानियों को फरामोश कर देने के माने बहरहाल यह नहीं हो सकते कि हिन्दुस्तान की आवाम ने भी इनको फरामोश कर दिया है और मोर्रख़ीन भी उन को नज़रअंदाज़ कर चुके हैं। सच तो यह है की हिन्दुस्तान की तहरीक आज़ादी के तमाम पहलुओं पर इतनी ज़्यादा किताबे लिखी जा चुकीं है और इतना बड़ा ज़ख़ीरा हर ज़बान में जमा हो चुका है के असल और नकल की पहचान भी बाकी रहेगी और तमाम मुजाहिदीन आज़ादी और शोहदाए राह हुर्रियत का किसी ना किसी जहत से ज़िक्र होता ही रहेगा ।

पहली बग़ावत

आम तौर पर 1857 ई0 "गदर" को हिन्दुस्तान की पहली जंगे आज़ादी कहा जाता है। लेकिन यह एक बिल्कुल ग़लत तसव्वुर है और तारीख़ी तौर पर इस दावे की कोई मुसतनद शहादत भी पेश नहीं की जासकती। तारीख़ शाहिद है के 1857 ई0 की जंगे आज़ादी से बहुत पहले 1763 ई0 ही में अंग्रेज़ो के तसल्लुत के ख़िलाफ़ जंग के शोले भड़क उठे थे और यह जंग ज़मीदारों' तकियादारों, यह रजवाड़ों में नहीं बलकी फक़ीरों और सन्यासियों ने शुरू की थी। तमाम तारीख़ी शवाहिद से यह बात साबित होती है की ज़ालिम हमला आवरों के ख़िलाफ सबसे पहले 1763 ई0 में बाबा मजनू शाह ने अलम बग़ावत बुलन्द किया था जो मुस्लिम फक़ीरो के एक कबीला के कायद और रूहानी पेशवा थे आगे चल कर उस बग़ावत में उनका साथ बाबा भवानी पाठक ने दिया। था जो सन्यासियों के एक पथ के रहनुमा थे और उनकी यह बग़ावत दो चार साल ही की बग़ावत नहीं थी बल्की पूरे 37 साल तक यानी 1800 ई0 तक जारी रही थी।

अलम बग़ावत बलन्द करने वाले फकीरो का ताअल्लुक मदारिया सिलसिले से था और सन्यासियों का ताअल्लुक "साईबा" पन्त से था अगर पूरे मुल्क में उन की कोई बाक़ायदा और मज़बूत तनज़ीम मौजूद नहीं थी मगर यह फ़क़ीर और सन्यासी गाँव-गाँव जाकर लोगो को अंग्रेज़ो के ख़िलाफ उक्साते थे आम हिन्दुस्तानियों मज़दूरो और किसानो में आज़ादी का जज़बा उभारते थे और उन्हे अपने मज़हब अपनी सकाफ़त और अपनी मीरास को बचाने के लिएं कुर्बानिया देने पर आमादा करते थे। उस तहरीक के सब से बड़े काएद तो बाबा मजनू शाह थे मगर उनके खुलफा मोसी शाह और चिराग अली शाह' भवानी पाठक' देवी चौधरानी' क्रिपानाथ नूर मोहम्मद पितम्बर वग़ैरह ने भी इस तहरीक की कयादत की। जहां तक बाबा मज़नू शाह का ताअल्लुक है वह ज़बरदस्त तनज़ीमी सलाहियत के मालिक थे। मुश्किल से मुश्किल हालात मे भी हिम्मत और हौसले से काम लेते थे और अंग्रेज़ो की हर एतबार से बेहतर और बरतर फौजों से बे जिगरी के साथ मुक़ाबला करने में बेमिसाल शजाअत का मुज़ाहिरा करते थे। उन्होने मीकनज़ी की ज़ेर कमान अंग्रेज़ फौजो को पे दर पे कई शर्मनाक हमलों से दोचार किया और 1766 ई0 में तो मीकनज़ी को फैसला कुन शिकस्त देदी। एक और जंग में उन्होने 1769 ई0 में कमांड़र कीथा की फौज को शर्मनाक शिकस्त दी और उस का सर भी कलम किया ।

गद्दारो का किरदार

मजनू शाह को ज़िन्दा या मुर्दा गिरफ्तार करने के लिए अंग्रेज़ो ने अपने जासूसो के जाल बिछा रखे थे। कई गद्दारान उस सिलसिले में अंग्रेज़ो की पुर खुलूस मदद कर रहे थे मगर मजनू शाह अंग्रेज़ो के लिए छलावा बन गए थे। कई बार वह अंग्रेज़ो के बिछाय हुए जाल में फंस भी गए मगर गैब से उनकी मदद हुई और वह तमाम· मुहासरों को तोड़ कर निकल भागने में कामयाब हो गए। 1771 ई0 में मजनू शाह ने एक मुकाबले में यफटीनीट टेलर की फौज को छटी का दूध याद दिला दिया। उन्होने पहले तो अपने मस्तानगढ़ के किले में मोरचा बनदी की और फिर वहाँ से वह बाहर पहुंच गए जहाँ किसानो और दस्तकारों का एक बहुत बड़ा लशकर उनके साथ हो गया। बाबा मजनू शाह ने नाटौर की रानी भवानी के पास गियों

अपने एक कासिद को भेज कर उनसे अपील की के फिरंगियों को हिन्दुस्तान से निकालने में वह उनकी मदद करें मगर रानी भवानी ने उनका साथ नही दिया। रानी भवानी के उस हौसला शिकन मौकिफ के बावजूद बाबा मजनू शाह मायूस नहीं हुए और उन्होने सन्यासियों को साथ ले कर फिरंगियों के ख़िलाफ़ अपने जिहाद को जारी रख़ा। सच तो यह है के अब उनके जज़्बा जिहाद में ज़ियादा शिद्दत आ गई थी और वह ज़्यादा बे जिगरी के साथ अंग्रेज़ो के ख़िलाफ नबर्द आज़मा हो चुके थे वसाईल कि कमियों के बावजूद 14 नवम्बर 1776 ई0 को उन्होने फिरंगियों को एक और ज़ोरदार और शर्मनाक शिकस्त दी। उस जंग में सैकड़ो फिरंगी फौजी हलाक़ हुए मैदाने जंग में अंग्रेज़ सिपाहियों के कुशतों के पुशतें टंग गए और लेफ्टिनेन्ट राबर्टसन भी शदीद तौर पर मजरूह हुआ दराय अस्ना अंग्रेज़ो के नमक ख्वारों ने फ़क़ीरो और सन्यासियों में फूट ड़ाल दी उनके दरमियान मज़हबी तास्सुब को हवा दे दी गई इख़्तिलाफ़ात इतने ज़्यादा भड़क उठे के बाबा मजनू शाह की तहरीक कमज़ोर पड़ने लगी और उसके वजूद के लिए संगीन खतरात पैदा हो गए उसके बावजूद बाबा मजनू शाह ने हिम्मत नहीं हारी उन्होने इख़्तिलाफ़ को ख़तम कराने और इत्तेहाद इत्तेफाक की फिज़ा बहाल करने के लिए अपनी जद्दो जहेद जारी रखी। इस सिलसिले में उन्होने पूरनिया से जमालपुर तक पूरे शुमाली बंगाल का दौरा किया और मुजाहिदो की अज़ सर नौ सफ बंदी के लिए कोई कसर उठा नहीं रखी मगर अब बाबा मजनू को सिर्फ फिरंगियों ही से ख़तरा नहीं था बल्की खुद अपने हमवतनों से भी खतरात पैदा हो गए थे मसलिहत का तकाज़ा यह था वह एक मक़ाम पर ज़्यादा देर तक ना ठहरे इसी लिए वह हमावक़्त सफ़र में रहते थे और अचानक किसी इलाके में नमूदार होकर अंग्रेज़ो पर टूट पड़ते थे ऐसा ही एक वाकिया 29 दिसम्बर 1786 ई0 को हुआ जब बाबा मजनू शाह ज़िला बागोरा के एक गाँव मऊ नगर में अचानक नमूदार हुए उन्होने लेफ्टिनेन्ट बरीनान की फौज पर जिस बर्क़ रफतारी से हमला किया उस में फिरंगियों के हायो के तोते उड़ा दिये अगर चे मऊ नगर की उस जंग में मजनू शाह ज़ख़्मी हो गए थे मगर दुश्मन के खून में नहाई हुई तलवार हाथ में लिये हुए वह आगे ही बढ़ते रहे और अपने घोड़े को दौड़ाते हुए दुश्मन की सफो से निकल कर एक महफ़ूज़ मकाम पर पहुचने में कामयाब हो गए। मगर बाबा मजनू शाह के जिस्म पर जो ज़ख़्म लगे थे उन का इलाज ना हो सका वह दुश्मनो के हिसार से तो निकल आय थे लेकिन ज़ख़्मो से जाँबर हो सके और एक गाँव मकनपुर में उन्होने आख़री सांस ली। उन की शहादत ने फकीरों की बग़ावत को अपने अज़ीम तरीन रहनुमा से महरूम कर दिया उनके बाद उनके भाई और ख़लीफा मूसी शाह ने फिरंगियों के ख़िलाफ अपने भाई की शुरू की हुई जद्दो जहद को जारी रखा भवानी पाठक और देवी चौधरानी ने भी 1787 ई0 में फिरंगियों पर हमले में शिद्दत पैदा कर दी और बाबा मजनू शाह के दूसरे मुरीदों दिलखुसूस फरगिल शाह और चिराग अली शाह ने भी बगावत का परचम बलन्द रखा। मेमन सिंघ और रंग पुर में (यह इलाका अब बंगला देश में है) उन्होने फिरंगियों को शदीद ज़रबात लगाय और फकीरों का एक दस्ता रमज़ानी शाह और ज़हूरी शाह की कयादत में आसाम की जानिब भी रवाना हो गया ताके वहां भी फिरंगी सिपाहियों का नाका बंद कर दिया जाए मगर अंदुरूनी साज़िशो और इख़्तिलाफात के सबूब उन की आसाम की मुहीम भी नाकाम हो गई अगर चे अंग्रेज़ो ने फकीरो की बगावत को अन्दर और बाहर से

कमज़ोर बनाने की कोशिश जारी रखी मगर बाबा मजनू शाह के सिलसिले के फकीरो ने जीते जी हथयार नही डाले उनके जानिसारों में सुभान अली, अमूदी शाह और मती उल्लाह ने फिरंगियों के ख़िलाफ हिन्दुस्तानियों की सफ बंदी की कोशिशे जारी रख़ी और छापामार जंग का सिलसिला बन्द नहीं किया मगर अमूदी शाह और मती उल्लाह को फिरंगियों ने शिकस्त दे दी और 1787 ई0 में सुभान अली की सरगरमियों के इलाके का पता भी लगा लिया। 1799 ई0 में सुभान अली ने नेकु शाह, बुद्धू शाह और इमाम शाह की मदद से नंगे और भूखे हिन्दुस्तानियों को फिरंगियों के ख़िलाफ मुनज़्ज़म करने की एक बेमिसाल कोशिश की उन्होने बागीरा के घने जंगलों में अपनी पनाह गाहें और छावनियां भी तामीर करी मगर एक जदीद तर्ज़ की फौज जिस के पास उस दौर के जदीद तरीन हथियार थे वह तीरो, तलवारो और नेज़ों से कब तक मुकाबला कर सकते थे उसके बावजूद सन् 1799 से सन् 1800 तक वह सख़्त से सख़्त हालात में भी सिर्फ कुर्बानी के जज़्बे को हथियार बनाकर फिरंगियों से लड़ते रहे आख़िर कार फिरंगियों की जदीद महु फौज ने उन्हे चारो तरफ से घेर लिया और आज़ादी के उन मतवालो ने अपने सरो के नज़राने पेश कर के हुब्बुल वत्नी और जांफरोशी की नाकाबिल फरामोश मिसाले कायम करदीं।

फिरंगियों के ख़िलाफ हिन्दुस्तानियों की यह पहली मुसल्लेह बग़ावत नाकाम तो हो गई लेकिन फकीरों और सन्यासियों की उस नाकाम बग़ावत ने उन्नीसवी और बीसवी सदी की दुसरी तहरीक के लिए बहुत सी नई राहें भी ख़ोल दीं जो बाद में वहाबियों और इन्किलाबियों की तहरीकों की शकल में नमूदार हो गई।

नोहा

चौधरी इतरत हुसैन "आशिकी"

रंज सहे सितम सहे बात पे सर कटा दिया
ख़ल्क को तुमने ऐ हुसैन दरसे अमल सिखा दिया

तेरी रविश ने ऐ हुसैन सय्ये तलाश देखकर
खोई हुई सिरात का हक की पता बता दिया

गूंज रहा है आज भी ग़ोशे ज़मीरे दहर में
तूने कटे गले से जो नग़मए हक था गा दिया

तेरी ही लय में ऐ हुसैन तेरा तरानए अमल
असग़रे बे ज़बां ने भी चुपके से गुनगुना दिया

शाह ने मर के आन से सर को कटा के शान से
ज़िन्दगी ज़िन्दगी को दी मौत का दिल हिला दिया

आके ख़जिल हुए ग़रीब करते सवाल क्या नकीर
नामे हुसैन ले के जब 'आशिकी' मुस्कुरा दिया

कता

अल्लामा अदीब मकनपुरी

जमाले नूरे अज़ल को हुसैन कहते है
जलाले दीन के बल को हुसैन कहते है
ज़वाले फिक्रो अमल पर है सब्त नामे यज़ीद
कमाले फिक्रों अमल को हुसैन कहते है

कता

लुटाए गुल तो चमन की शगुफ़्तगी ले ली
कटाया सर तो अबद तक की ज़िन्दगी ले ली
फसाना करबोबला का यही बताता है
के आदमी ने मलक की फरिश्तिगी ले ली

प्रथम स्वतंत्रता संग्राम और मकनपुर शरीफ़

स्वतंत्रता संग्राम 1857 और मकनपुर के क्रान्तिकारी चौधरी असर हुसैन (प्यारे साहब)

पूर्व चेयरमैन टाउन एरिया, बिल्हौर
(स्मारिका मेला मकनपुर शरीफ़-1976)

मकनपुर एक गाँव है फिर भी उसने भारत के पहले स्वतन्त्रता संग्राम में भाग लिया था। यद्यपि इस विषय में स्थानीय व्यक्तियों के अतिरिक्त अन्य लोग बहुत कम जानते है। तीन अंग्रेज़ भाई थे जो मेक्सबेल ब्रदर्स के नाम से प्रसिद्ध थे। यह तीनो नील की खेती करते थे। इनमें से एक भाई पीटर मेक्सवेल मकनपुर में रहता था। मदार साहब की दरगााह के उत्तर में उसकी कोठी थी। जिस के खण्डहर आज भी है। देश में पहले क्रान्ति की सूचना पाते ही अंग्रेज़ दुशमनी के प्रभाव में रूहुल आज़म मियां के नेतृत्व में उनके क्रान्तकारी साथियों ने पीटर मेक्स वेल की हत्या कर दी। गोरी सरकार के सैनिकों ने रूहुल आज़म मिया तथा नत्था मियां को मकनपुर में प्रवेश होकर गोली मार दी। रूहुल आज़म मियां की कब्र मदार साहब की दरगाह के उत्तरी फाटक के बाहर सीधे हाथ की ओर उपस्थित है और नत्था मियां की कब्र दरगाह के दक्षिणी फाटक पर उपस्थित है। रूहुल आज़म मियां की सन्तान में केवल एक पुत्री थी जिसका नाम बहरबर बानों था। जिनका विवाह रूहुल आज़म मियां के भाई रूहुल अमीन के सुपुत्र रजीउद्दीन मियाँ से हुआ था। बहरबर बानो के बेटे नजीर उद्दीन हुसैन उर्फ नजीर अहमद थे। जिनकी सुपुत्री असगरी बेगम के चार बेटे हैं। नसीरूज्जमा भूतपूर्व सदस्य मेला कमेटी, भूतपूर्व प्रधान मकनपुर व भूतपूर्व उपाध्यक्ष ब्लाक बिल्हौर और भाई अमीरूज्जमा, कमरूज्जमा और नवाब जमा हैं। श्री नसीरूज्जमा के पास मदार साहब का दिया हुआ कुरआन औरंगज़ेब के ताज की कलगी तथा पुराने एतिहासिक हस्तलिखित पुस्तके सुरक्षित हैं। रूहुल आजम मियां की भूसम्पति अग्रेज़ सरकार ने जब्त कर के नीलाम कर दी जिस का अधिकांश भाग मुझ लेखक के परदादा चौधरी अहमद बख़्श ने खरीदा था। रूहुल आज़म मियाँ के साथी बाँगी मियां को आजीवन कारावास देकर अण्डमान में कैद कर दिया था। वहीं उनकी मृत्यु हुई। बाँगी मियां की सन्तान में माशा मियाँ की अभी कुछ समय पहले मृत्यु हुई उनकी सन्तान में अब कोई नहीं है। स्वतन्त्रता संग्रामके प्रमुख्य सेनानी खाने आलम मियां थे जो सर्व प्रसिद्ध सेनानी बिठूर के नाना साहब के मित्र भी थे। और वकीलेदुआ भी। नाना साहब अपने मित्र से मिलने मकनपुर आया करते थे। अपने इन्ही पुरोहित मित्र के द्वारा दरगाह में दुआ मांगते थे। स्वतन्त्रता संग्राम के समय नाना साहब और खाने आलम मिया के बीच पत्र व्यवहार की सूचना गोरी सरकार को प्राप्त हो गई। सूचना देने वाले तमीजुद्दीन मियां व झब्बू गुलाम व छेदा तथा आजम राज थे। खाने आलम मियां की गिरफ्तारी का वारन्ट निकला जिस की सूचना पाते ही वह रातोरात घोड़े पर सवार होकर अपने मित्र नाना साहब के पास पहुंच गये। इतिहास साक्षी है कि स्वतन्त्रता संग्राम असफल होने पर नाना साहब का पता नही चला और न ही उनके मित्र खान आलम मियां का परन्तु

खान आलम मियां की कब्र गुड़गांव-इलाका अलवर में उपस्तिथ है। खान आलम मियां की सारी सम्पत्ति कोठी वह बाज़ारे गंज मकनपुर आदी गोरी सरकार ने ज़प्त कर के नीलाम कर दी। जिनको मुझ लेख़क के पर दादा चौधरी अहमद बख़्श ने खरीदी थी बाज़ार गंज आज भी है और समाज मकनपुर के अधीकार छेत्र में है। हवेली खान आलम मियां की भूमि के कुछ भाग में मुझ लेखक के परिवारिक नौकरों के खानदान के आज भी मक़ामात है और कुछ भाग पर बालिका विध्यालय तथा जानवरो का अस्पताल निर्मित हुआ है। खान आलम मियां का परिवार अधिक बड़ा है। खान आलम मियां के चार बेटे-अताये रसूल, फिदाए रसूल, अल्ताफ रसूल तथा इनाम रसूल थे। फिदाए रसूल के पोते डा0 मुस्तफा हुसैन तथा डा0 मुर्तिज़ा हुसैन जीवित हैं। इनाम रसूल के चार पोते हुए, अफज़ल हुसैन, आशिक हुसैन, असगर हुसैन तथा सरवर हुसैन अफज़ल हुसैन के पुत्र अकबर हुसैन फेयर कमेटी हायर सिकेण्डरी स्कूल में इस समय अर्दली है। अताये रसूल के एक बेटे थे- मनज़र नबी उनकी पुत्री बिस्मिल्ला बीबी के तीन पुत्र थे, ख़लील हैदर, भूतपूर्व-सदस्य मेला कमेटी व भूतपूर्व मुखिया वसी हैदर व वली हैदर इन तीनो भाईयों का देहांत हो चुका है इनकी सन्तानों में बहुत से जीवित हैं।

मीर जाफर जैसे देश द्रोही कहां नहीं थे मकनपुर के भी देश द्रोही तमीजउद्दीन,शब्बु गुलाम, छेदा व आज़म रज को भी इतिहास में स्थान मिलना चाहिए इन लोगों को गद्दारी का पुरस्कार गोरी सरकार ने भली भाति दिया था। इन्हें भूसम्पत्ति पुरस्कार में मिली .जिसका अधिकांश भाग मुझ लेख़क के दादा चौधरी आशिक हुसैन ने खरीद लिया यह चारो गद्दार मकनपुर इतिहास के माथे के कलंक है इन की सन्तान के बहुत से लोग जीवित हैं जिन्हे लज्जित करना मैं उचित नहीं समझता हूं ना पसन्द करता हूं इसलिए की वह स्वयं ज़िम्मेदार नहीं है।

माफी की सरकारी दस्तावेज़े उनके पास उपलब्ध हैं जिन्हे अब यह दिखाना भी पसन्द ना करते हैं और न पसन्द करेंगे।

बड़े दुख की बात है की मकनपुर के स्वतंत्रता सेनानियों को भुला दिया गया इनका नाम कहीं अंकित नहीं किया गया है। मगर हिन्दुस्तान की आज़ादी के लिए मकनपुर के इन सेनानियों को देश कभी भूल नहीं पाएगा।

रिसाला रहबरे नूर
मकनपुर शरीफ़

मुल्क व मिल्लत, इल्मो अदब और ख़ालिस सूफ़ी इज़्म नज़रियात का हामिल एक ऐसा ज़रीदा है जो वक़्त की सबसे अहम ज़रूरत है इसके एज़ाज़ी मेम्बरान बन कर इदारे की मुआविनत फ़रमाए और इस अज़ीम कारगुज़ारी में हिस्सादार बनें।

कुदरत का चमत्कार

एक्ज़ीमा की ऐसी दवा
जो एक ही बार में मर्ज़ का
जड़ से खात्मा कर देता है

हकीम हाजी शौकत अली शाह अलवी
केथून-कोटा (राजिस्थान)
मो0-9001145716

उदयपुर शहर में

"रिसाला रहबरे नूर"

हासिल करने के लिए राब्ता करें

सैय्यद अब्दुल करीम दीवान
मो0-9829664590

QUARTERLY

RAHBARE NOOR

R.N.I.No. UPURD/054331/1347785/2019

L-POST REGISTRATION "RAHBAR E NOOR" K.P. (M.)/007/2021-2023

MAKANPUR SHARIF, KANPUR, INDIA Pin Code. 209202

السلام اے راکب دوش پیمبر السلام　　السلام اے معنی آیات کوثر السلام

نیزہ ظلم و ستم از سینۂ اکبر کشید　　اے مخضب ریش تو از خون اصغر السلام

Chief Editor

ABUL MASHARAB SYED

MUQTIDA HUSAIN JAFRI

H.O.: P.O. Makanpur Sharif, Kanpur Nagar, India- 209202

Please Contact us: 995667119, 8737967832
6394344966, 9760422993, 8840701867

Al-Madaar Offset Kanpur
Mob.: 8795601301, 9616584408